

ختم نبوت

عن جبیر بن مطعم قال: سمعت النبی ﷺ يقول: ((إِن لي أسماء: أنا محمد، أنا أحمد، وأنا الماحي الذي يمحو الله بي الكفر، وأنا الحاشر الذي يحشر الناس على قدمي، وأنا العاقب، والعاقب الذي ليس بعده نبي.))

جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، فرماتے تھے: ”میرے چند نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا) ہوں، میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے، میں حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں، میرے قدموں پر لوگ اکٹھے کیے جائیں گے، میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔“

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۳۹، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۳۵۴)

حضرت مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پر ملال

استاذ العلماء والا سائذہ حضرت مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات جماعت اہل حدیث کے لیے ایک صدمے اور حزن و ملال کا باعث ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی رضا پر ہم سب کو راضی رہنا چاہیے۔
إنا لله وإنا إليه راجعون۔

مرحوم کی نماز جنازہ ان کے قدیم رفیق مولانا حافظ عبدالسلام بھٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ جنازے میں حافظ صاحب مرحوم کے تلامذہ، ان کے تحسین ہزاروں افراد جن میں اکثریت دینی طبقے سے تھی، علمائے کرام، شیوخ الحدیث، اساتذہ و طلباء دینی مدارس، احباب جماعت اہل حدیث، مدرسین نے بھرپور شرکت کی۔

جنازے میں دارالدعوة السلفیہ کے صدر مولانا ابوبکر صدیق السلفی، مولانا محمد اسحاق بھٹی، حافظ احمد شاہ کر، حماد الحق نعیم، ڈاکٹر عبدالغفور راشد، حافظ حماد شاہ کر، خلاد شاہ کر، ہناد شاہ کر، حافظ اشرف سعید اور راقم محمد سلیم چنیوٹی ادارے کی طرف سے شریک ہوئے۔

دیگر علماء میں شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ خان مدنی، میاں محمد جمیل، حافظ عبدالرشید اظہر، حافظ عبدالحمید ازہر، شیخ الحدیث عبدالعزیز علوی، حافظ عبداللہ لکھنوی، حافظ ایوب خالد، قاری عبدالمتین اصغر، قاری عبدالہادی، مولانا اسلم گھلوی، حافظ اسعد محمود، چوہدری بشیر یونیورسل آٹو زگو جراس والا، مولانا زبیر علی زئی، مولانا محمد یونس بٹ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے علاوہ بے شمار شریک ہوئے۔

سعودی عرب سے جناب سجاد حمید اردو باز لاہور اور مولانا امیر حمزہ حماد طور گوجراں والا نے فون پر تعزیت کی۔ حافظ صاحب مرحوم کا جنازہ غائبانہ مسجد نبوی اور بیت اللہ میں پڑھانے کا اہتمام ہوگا اور خصوصی دعائے مغفرت کی گئی۔

دعا ہے اللہ کریم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے۔ اعلیٰ علیین میں انبیاء، صدیقین، صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے۔ ان کے پس ماندگان میں دو بیٹے، مولانا عبدالرحمن ثانی، حافظ عبداللہ صاحب، بیوہ اور چھ بیٹیاں سوگوار ہیں۔ اللہ انھیں صبر جمیل سے نوازے، آمین یا رب العالمین۔

(محمد سلیم چنیوٹی)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

مسک اہلحدیث کا دعائی و ترجمان

الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

08 ربیع الثانی 1433 ھ جمعۃ المبارک 02 تا 08 مارچ 2012ء

شماره 09 جلد 64

مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلغوی
- حافظ حماد شاہر

مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی

0333-4611619

کمپوزنگ

- رضا اللہ شاہد

0344-4656461

✽ جواہر پارے ✽ ختم نبوت

✽ کلمہ طیبہ ✽ حافظ عبدالمنان نور پوری رشتہ

✽ ادارہ ✽

2 (حافظ احمد شاہر) تغمدہ اللہ برحمتہ

4 (مولانا ارشاد الحق اثری) تفسیر سورہ یس..... (۱۲)

7 (حافظ محمد اشرف سعید) توفیق الباری

9 (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجانی) جرعات..... (۸)

12 (حافظ صلاح الدین یوسف) مسئلہ ایصال ثواب کا تحقیق جائزہ..... (۶)

21 (محمد اسحاق بھٹی) حافظ عبدالمنان نور پوری رشتہ

31 (محمد سلیم چنیوٹی) قرآن و سنت کی روشنی میں حیثیت نسواں

(شورش کاشمیری) سیرت رحمت عالم ﷺ

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے
سالانہ : 500/- روپے
بیرونی ممالک سے : 200/- ریال
60/- ڈالر امریکی

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یا رڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

تغذہ اللہ برحتہ

ہفتہ رفتہ میں جماعت اہل حدیث عموماً اور علماء و طلباء خصوصاً استاذ العلماء مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اندوگین سانچہ ارتحال سے دوچار ہو گئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

۱۴ فروری کو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر گوجرانوالہ اپنے گھر میں فالج کا حملہ ہوا تھا۔ ۱۵ فروری کو انھیں شیخ زائد ہسپتال لاہور میں داخل کرا دیا۔ حافظ صاحب اس عرصہ میں کم و بیش بے ہوش ہی رہے۔ بالآخر ۲۵، ۲۶ فروری کی رات ۳ بجے ان کا وقت موعود آن پہنچا اور وہ دار الفنا سے دار البقا کی طرف کوچ کر گئے۔ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطى وکل شیء عندہ الی باجل مسمی۔ ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر چند سال قبل بھی فالج کا حملہ ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مکمل شفا عطا فرمادی تھی۔ پھر حافظ صاحب ایک مرتبہ دل کے عارضے میں بھی مبتلا بھی ہوئے اور انھیں شوگر بھی تھی لیکن حدیث پاک کی تدبیریں اور دین کی خدمت کی برکت سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی قوت ارادی سے نواز رکھا تھا جس کے باعث ہر بیماری سے شفا یابی کے بعد وہ اپنے تدبیریں، تعلیمی اور تبلیغی معمولات شروع فرما دیتے تھے۔ حافظ صاحب پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی غایت درجہ عنایات تھیں۔ ہمارے علم کی حد تک حافظ صاحب عابد شب زندہ دار، زہد مرتاض اور صاحب ورع..... تو رخص نہیں..... شخصیت تھے۔ حفظ، تقویٰ، قناعت، اساتذہ کا غایت درجہ احترام، اپنے استاذ گرامی (محترم المقام مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں باقاعدہ حاضری، مدرسہ کے نظام کی پابندی، طلباء پر غیر معمولی شفقت، آنے والے خطوط کا بالالتزام جواب دینا، سائلین کی تشفی فرمانا، اور ائمہ اسلاف کا سا انکسار و تواضع حافظ صاحب کے مزاج کی وہ خوبیاں تھیں جس کے سب ملنے والے شاہد ہیں۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ من تواضع للہ رفعہ اللہ ہمارے ہاں بے محابا القابات کی بوجھاڑ کی جو با چل نکلی ہے حافظ صاحب کا اس سے سخت نفور ہی نہیں بلکہ جس اشتہار میں ان کے نام کے ساتھ لفظ ”حافظ“ کے علاوہ دیگر القابات (شیخ الحدیث وغیرہ) ہوتے تو وہ اس میں شرکت نہ فرماتے اور خطاب سے بھی انکار فرما دیتے۔ گویا کہ اگر یہ کہا جائے کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم شباب ہی سے شیوہ پیغمبری کی مجسم مثال تھے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة

حافظ صاحب کی قلمی خودنوشت کے مطابق ۱۹۴۲ء کو قلعہ دیدار سنگھ (ضلع گوجرانوالہ) کے نواح نور پور (جہلم) میں پیدا ہوئے۔ پرائمری کی تعلیم اپنے گاؤں کے پرائمری سکول اور ترجمہ قرآن مجید اپنے گاؤں ہی کے امام مسجد مولوی چراغ دین مرحوم جو زندگی میں ان کے راہبر بن گئے، سے پڑھا۔ والدین نے ان کا نام؟؟؟؟ رکھا لیکن ۱۹۵۵ء میں مولوی چراغ دین مرحوم جب ان کو مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں چھوڑ کر آئے، والدین نے ان کا نام خوشی محمد رکھا تھا لیکن مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفوا لاً ان کا نام اپنے استاذ گرامی محدث پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر عبدالمنان رکھ دیا اور بعد میں یہی نام ان کا تعارف و شناخت بن گیا۔ جامعہ محمدیہ گوجراں والا میں حافظ صاحب نے درس نظامی کا چھ سالہ نصاب مکمل کیا۔ جامعہ سے فراغت کے بعد علوم آلہ کی انتہائی کتب کی تکمیل دیگر اساتذہ کرام سے کی۔ ان کی حیات مستعار کی سب سے قابل رشک بات ان کے اوقات حیات میں برکت تھی۔ ایام تعطیل طلباء عموماً کھیل کود میں گزارتے ہیں، آرام کرتے یا پھر عزیز واقارب اور دوست احباب سے ملاقات میں صرف بلکہ ضائع کر دیتے ہیں۔ لیکن حافظ صاحب نے کسی رمضان میں خطاطی سیکھی۔ کسی رمضان المبارک میں تفسیر قرآن کا دورہ کیا، کسی رمضان المبارک میں علم مناظرہ کا دورہ کیا، کسی رمضان المبارک میں کپڑوں کی سلائی سیکھی اور کسی رمضان

المبارک میں قرأت و تجوید کا فیض اٹھایا اور اپنی قرأت کے تلفظ و ادا کی مشق سیکھی۔ حافظ رحمہ اللہ کی زندگی کا یہ بھی ایک امتیاز رہا ہے کہ تحقیق کی رو سے حافظ صاحب نے جس عمل کو سنت جانا، جس کو حق سمجھا، حافظ صاحب نے بلا خوف و لومۃ لا ثم عمر بھر اس پر عمل کیا، اس کی تعلیم دی اور تبلیغ کی۔ حافظ صاحب چونکہ علوم عالیہ و آلیہ کا وسیع علم رکھتے تھے صحابہ کے آثار سے شناسا تھے، ائمہ فقہاء کی آراء ان کی نظر میں ہوتی تھیں اور مسلک محدثین کے وہ شناسا و بھی خوب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنی تحقیق کی بنا پر بعض تفردات بھی رکھتے تھے اسی لیے ائمہ متقدمین کے شروط پر ہم انہیں اگر مجتہد مطلق کا درجہ دے دیں تو اس میں مبالغہ قطعاً نہیں ہوگا کہ محدث و مفسر کے منصب سے اللہ تعالیٰ بہت سے علماء کو سرفراز فرما دیتا ہے لیکن مجتہد مطلق کا مقام و مرتبہ ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔

والد گرامی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی زندگی تک طلباء جامعہ محمدیہ کا سالانہ امتحان لینے جایا کرتے تھے، جتنے سال حافظ صاحب رحمہ اللہ امتحان دیتے رہے والد صاحب رحمہ اللہ واپس آ کر ان کی صلاحیت، قابلیت کا ہمیشہ ذکر فرماتے اور مجھ کو ان کی مثال دے کر مہمیز لگاتے گویا کہ ۱۹۵۵ء ہی سے میں ان کے ذکر خیر سے آشنا تھا۔ ان کے استاذ گرامی مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمہ اللہ کے حسب ارشاد ۱۹۶۳ء سے انہوں نے تدریس بھی شروع کر دی تھی۔ ان کی استقامت طبع دیکھنے کہ ۱۹۵۵ء میں جامعہ محمدیہ ہی میں تعلیم کے لیے داخل ہوئے تھے، اور پوری عمر ایک ہی جگہ گزار کر وہیں سے ۲۰۱۲ء میں راہی جنت ہو گئے۔ ۱۹۸۶ء سے انہوں نے صحیح بخاری شریف پڑھانی بھی شروع کر دی تھی۔ گویا کم و بیش ۲۵ سال صحیح بخاری شریف پڑھانے کی سعادت سے وہ بہرہ مند رہے۔ ان کے شاگرد و عزیز اور ہمارے مرحوم دوست قاری نعیم الحق رحمہ اللہ جب ان کی قناعت، ورع اور شب زندہ داری کے بعض واقعات کا ذکر فرماتے تو ہم اپنی کم علمی و کوتاہی عمل سے عرق ندامت میں ڈوب جاتے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے زندگی صرف تدریس ہی میں نہیں گزار لی بلکہ درس قرآن اور خطبہ جمعہ کے علاوہ اپنے محبین و مخلصین کی دعوت پر نزدیک و دور مختلف مقامات میں وعظ و تبلیغ اور دروس قرآن و حدیث بھی ارشاد فرماتے رہے، ان کے خطبات و دروس عموماً نہایت مرتب ہوتے۔ زبان آسان اور مسائل اپنی تحقیق کے مطابق و لوک بیان فرماتے، علم مناظرہ کی کتاب رشید باقاعدہ پڑھنے کے علاوہ حضرت مولانا عبداللہ امجد چغتوی رحمہ اللہ کے ہاں انہوں نے چونکہ فن مناظرہ کی مشق بھی کی ہوئی تھی اس لیے انہوں نے مذہبی مخالفین، مرزائی وغیرہ، کے علاوہ بعض فقہی اختلافی مسائل پر بھی انہوں نے نقلی مناظرے بھی فرمائے۔ ان کے جوابات منضبط، مستحکم، مدلل ہونے کے ساتھ مسکت بھی ہوتے تھے۔ اسی طرح ان کی تحریری خدمات بھی بہت زیادہ ہیں۔ کم و بیش چھوٹی بڑی ان کی ۴۲ تصانیف ہیں جن میں ان کے فتاویٰ کی بڑے سائز کی دو جلدیں (کم و بیش ۱۵۰۰ کے قریب صفحات پر مشتمل) بھی شامل ہیں۔ اسی طرح عربی شاعری میں بھی انہیں دسترس حاصل تھی۔ حضرت العلامة مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ پر ان کے مرثیات (تعزیتی نظمیں) شاہد ہیں۔ ان کے علاوہ دوران مطالعہ مولانا انور شاہ کاشمیری کی فیض الباری پر حضرت حافظ گوندلوی رحمہ اللہ کے تنقیدی حواشی کی جمع و ترتیب بھی فرمائی اس کے علاوہ ان حواشی پر عربی زبان میں فوائد کا اضافہ بھی کیا جس کی تین جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔

باقی رہے ان کے شاگرد اور فیض یافتگان تو وہ بلاشبہ ہزاروں میں ہوں گے اور خوش نصیب ہیں وہ جو سلسلۃ الذہب (سونے کی تسبیح) میں شامل ہو کر ان کے لیے یقیناً صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ قبول فرمائے۔ ان کے ہزاروں تلامذہ کے علاوہ ان کے تین صاحبزادوں جو بفضلہ تعالیٰ ان کے پسند کردہ (یعنی علم دین کی تدریس و تعلیم کے) راستے پر گامزن ہیں ان کو صدقہ جاریہ بنائے۔ نیز ان کی دینی تصانیف کے فیض کو عام کرے۔

ادارہ الاعتصام ان کے پس ماندگان بیوہ ۳ بیٹے، بیٹیاں ان کے اساتذہ کرام، جامعہ محمدیہ کے منتظمین، رفقاء کا رور تلامذہ و متوسلین سے تعزیت کرتے اور ان کے شریک غم ہیں۔

تفسیر سورہ یس

مولانا ارشاد الحق اثری

کے وسط میں باندھ دیا جائے۔ اور ”غل“ غین کی زیر سے ہو تو اس کے معنی کینہ و حسد ہے۔

اور ﴿الْاِزْقَان﴾ ”ذقن“ کی جمع ہے جس کے معنی ٹھوڑی ہے۔ اور ﴿مَقْمَحُونَ﴾ اصل میں ”قَمَح“ سے ہے۔ اور ”قَمَح“ اس گیسوں کو کہتے ہیں جو پکنے کے وقت سے لے کر ذخیرہ اندوزی تک بالی کے اندر ہی رکھا جائے۔ پھر اس گیسوں سے جو ستو بنایا جاتا ہے اسے ”قمیحة“ کہا جاتا ہے۔ اور ستو کی مناسبت سے کوئی چیز پھانکنے کے لیے سراپر اٹھانے کو ”القمح“ کہتے ہیں۔ پھر محض سراٹھانے پر خواہ کسی وجہ سے ہو ”قمح“ کہا جانے لگا۔ اسی سے ”قمح البعیر“ ہے کہ اونٹ نے اوپر سراٹھا لیا۔ (مفردات)

اور یہاں بھی ﴿فَهِم مَقْمَحُونَ﴾ کے معنی ہیں کہ گردن میں طوق پڑنے کی وجہ سے ان کے سراپر اٹھے ہوئے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہاں ہاتھوں کا ذکر نہیں صرف گلے میں طوق کا ذکر ہے مگر مراد صرف گردن کی بندش نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ گردن کے ساتھ ہاتھ بھی بندھے ہوئے ہیں۔ بسا اوقات ایک چیز کا ذکر کر کے دوسری چیز، جو اسی سے سمجھی جاتی ہے، کا ذکر حذف کر دیا جاتا ہے۔ ”غل“ یعنی طوق کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کو گردن کے ساتھ جکڑنا اور باندھ دینا۔ بلکہ امام نحاس رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ”فہی“ کا لفظ اشارہ ”ایدی“ کی طرف ہے اعناق کی طرف نہیں ہے۔ اور اصل کلام یوں ہے:

”إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا فِیْهِ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ“

اس قسم کے حذف کی مثال قرآن مجید ہی میں یوں بھی ہے:

﴿وَجَعَلْ لَّكُمْ سَرَابَیْلَ تَفْتِیْکُمْ الْحَرَّ﴾ [النحل: ۸۱]

﴿إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا فِیْهِ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ﴾ وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ أَیْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿[یس: ۹، ۸]

”بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سوان کے سراپر کو اٹھا دیے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے ان کے آگے دیوار کردی اور ان کے پیچھے سے ایک دیوار، پھر ہم نے انھیں ڈھانپ دیا تو وہ نہیں دیکھتے۔“

سابقہ آیت مبارکہ میں کفار کی ایمان سے محرومی اور اس کے نتیجے میں ان کے حق میں عذاب جہنم کے فیصلے کا ذکر تھا، اب ان آیات میں ان کی دائمی محرومی کو ایک مثال سے واضح فرمایا گیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ دولت ایمان سے محرومی اس لیے ہے کہ ہم نے ان کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں۔

﴿اعناق﴾ یہ ”عنق“ کی جمع ہے۔ جس کے معنی گردن اور اگلے کے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اسی مفہوم میں کئی مقام پر آیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَكُلُّ إِنْسَانٍ لَّزَمْنَهُ طَائِرَةٌ فِیْ عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ یَوْمَ الْقِیَمَةِ رِجْلًا یَّقِیْہُ مِنْشُورًا﴾ [الإسراء: ۱۳]

”اور ہر انسان کو ہم نے اس کا نصیب اس کی گردن میں لازم کر دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔“

﴿اغلل﴾ یہ ”غل“ کی جمع ہے۔ جس کے معنی طوق ہے۔ اور یہ خاص طور پر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی کے اعضا کو جکڑ کر اس

”اور تمہارے لیے کچھ قمیص بنائیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں۔“

حالانکہ جو قمیص گرمی سے بچاتی ہے وہ سردی سے بھی بچاتی ہے۔ یہاں بھی ایک کا ذکر کیا ہے اور دوسری چیز اس میں شامل ہے۔

(فتح القدیر، قرطبی)

ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ آیت ﴿إِنَّا جَعَلْنَا فِیْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا﴾ اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِکَ﴾ [الإسراء: ۲۹] یعنی ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے باندھے ہوئے ہیں کسی عمل خیر کے لیے وہ کھل نہیں سکتے۔ گویا ان کے ہاتھوں میں زنجیر اور گلے میں اتنے طوق ڈال دیئے ہیں جو ان کی ٹھوڑی تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یوں ان کی گردنیں اوپر اٹھی ہوئی اور جکڑی ہوئی ہیں نہ اوپر دیکھ سکتے ہیں نہ ہی نیچے، نہ دائیں نہ بائیں۔ یوں نہ وہ کچھ کر سکتے ہیں نہ کوئی نفع حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان سے بچ سکتے ہیں اور ہر قسم کی خیر سے محروم ہو گئے ہیں۔

اس میں ان کے استکبار کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جس طرح طوق کے نتیجے میں اکڑی ہوئی اور اوپر اٹھی ہوئی گردن والے کو چلنے کے لیے راستہ نظر نہیں آتا اسی طرح کفار کو بھی راہ حق نظر نہیں آتا۔ گویا ان کی ضد اور ان کے تکبر سے جو ان کی گردنیں اکڑی ہوئی ہیں ہم نے ان کے اس تکبر کو ان کے گلے کا طوق بنا دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ راہ صواب سے محروم ہوئے ہیں اور کوئی روشن دلیل انہیں نظر ہی نہیں آتی۔ دولت ایمان سے یہ محرومی اور ان کی شقاوت و بدبختی مسلسل ان کے تکبر و قہر کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کے لیے اپنے رسول بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں۔ اور انبیاء کی حقانیت کے لیے آیات و براہین دکھائیں۔ مگر ان کی شقاوت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ان کے اسی تہمت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں مہر جباریت لگا دی جیسا کہ متعدد آیات مبارکہ میں اس کی وضاحت ہے، مثلاً فرمایا:

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰی سَمْعِهِمْ وَ عَلٰی أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ [البقرة: ۷]

”یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ ہیں جو بالکل غافل ہیں۔“

اس مفہوم میں متعدد آیات ہیں۔ شائقین الکہف (۷۵، ۸۰)، الجاثیہ (۲۳)، المائدہ (۴۱)، الانعام (۱۱۰، ۱۲۵)، ہود (۲۰) وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿اٰیْدِیْهِمْ سُدًّا﴾ اس آیت میں انہی محرومین کی دوسری مثال یا دوسری حالت کا ذکر ہوا ہے ”سد“ دیوار کو کہتے ہیں۔ سد اور سدّ دونوں لغات ہیں۔ اور دونوں ایک ہی معنی میں ہیں۔ بعض نے کہا ہے سدّ، سین کے ضمہ کے ساتھ ہو تو قدرتی آڑ کو کہا جاتا ہے اور فتح سین سے ہو تو بنائی ہوئی اور مصنوعی روک کو کہتے ہیں۔ (مفردات) چنانچہ ان محرومین کی حالت یہ ہے کہ ہم نے ان کے آگے اور پیچھے دیوار کھڑی کر دی۔

﴿فَاَغْشٰیْنٰهُمْ﴾ پھر ہم نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ جیسے ایسے شخص کو نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا اسی طرح یہ متکبرین و متردین بھی کفر سے نکل کر صراطِ مستقیم پر گامزن نہیں ہو پاتے۔ امام رازی نے، اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں فرمائے، یہاں بڑی لطیف بات فرمائی ہے کہ نظر نہ آنے کی دو قسمیں ہیں: ایک اپنے وجود کو نہ دیکھنا اور دوسرا اپنے گرد و پیش کو نہ دیکھ سکرنا۔ کفار کے لیے یہ دونوں موانع ہیں۔ ”طوق“ کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو دیکھ نہیں سکتے، جس کے نتیجے میں وہ انفسی دلائل کو دیکھنے سے محروم ہیں۔ اور ”سد“ یعنی دیوار اور اوڑھ کے نتیجے میں وہ آفاقی دلیل سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿سَنُرِیْهِمُ اٰیٰتِنَا فِی الْاَفَاقِ وَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَيَّنَ لَہُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ﴾ [خمس السجدات: ۵۳]

”عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور

اسی طرح ”فَاغْشَبْنَهُمْ“ میں ”فاء“ کا تقاضا ہے کہ دیوار اور اوڑھ پردہ ہے یعنی آگے پیچھے دیواریں اس کے بالکل قریب اور متصل ہیں۔ جب دیواروں کا یوں الصاق و اتصال ہے تو اس سے وہ اشکال بھی جاتا رہا کہ دائیں بائیں کا ذکر کیوں نہیں ہوا۔ آگے پیچھے راستہ نہ ہو تو دائیں بائیں بھی جایا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ تو تب ہے جب دیواروں کے بعد کی وجہ سے دائیں بائیں مڑنے کی گنجائش ہو۔ لیکن جب ان کے قرب و اتصال کی وجہ سے ادھر ادھر مڑنے کی گنجائش ہی نہ ہو تو وہ مڑے گا کیسے؟

ان کے نفوس میں دکھلائیں گے، یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ یقیناً یہی حق ہے۔“
اس لیے یہ کفار کے لیے ان انفسی اور آفاقی دلائل سے راہ پانے کی سبیل ہی بند کر دی گئی ہے کیونکہ وہ درحقیقت اسی لائق تھے۔ بلکہ اس میں ان کی ہلاکت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب انسان کے لیے آگے چلنے کا راستہ مسدود ہو تو وہ پیچھے نکلنے کی کوشش کرتا ہے مگر جب راستہ پیچھے سے بھی مسدود ہو تو وہ جگہ ہلاکت کا پیغام بن جاتی ہے گویا وہ ”نہ جائے آمدن نہ پائے رفتن“ کا مصداق ہو کر رہ جاتا ہے۔



مولانا فاروق الرحمن یزدانی کو صدمہ

مولانا فاروق الرحمن یزدانی صاحب مدیر ماہنامہ ترجمان الحدیث، فیصل آباد کے والد گرامی بعارضہ گردہ گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب موصوف کے لیے دعائے مغفرت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ (محمد رمضان یوسف سلفی)

سالا نہ عظمت قرآن وسنت کانفرنس

مرکزی جامع مسجد تقویٰ اہل حدیث چک نمبر ۱۳۲ بنگلہ منٹھار رحیم یار خان میں ۱۷ مارچ ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرت قرآن وسنت کانفرنس ہوگی۔ مولانا قاری عبدالوکیل صدیقی، مولانا محمد حنیف ربانی و دیگر خطاب کریں گے۔ (اللہ دیتے ظفر، ناظم مرکزی جمعیت صادق آباد)

روانگی عمرہ کی سعادت

مولانا محمد یاسین شاد خطیب جامع مسجد السلام اہل حدیث، گلشن فیض کالونی ملتان، ۲۶ فروری ۲۰۱۲ء اتوار عمرہ کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا یہ سفر قبول فرمائے، آمین۔ (احمد دین سعودی، فون: 0323-8139455)

مولانا محمد شفیع پرواز کی وفات

مولانا محمد شفیع پرواز صاحب ۵۵ برس کی عمر طبعی پا کر ۲۰ فروری ۲۰۱۲ء بروز پیر وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ مولانا قاری صہیب میر محمدی صاحب نے پڑھائی۔ احباب موصوف کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ (محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی)

حاجی شفاء اللہ وسیم کو صدمہ

حاجی شفاء اللہ وسیم صاحب بی ایم اے فارما داکٹر والوں کی والدہ محترمہ ۱۶ فروری جمعرات کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی عمر ۹۰ برس تھی۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ادارہ الاعتصام مرحومہ کی مغفرت کے لیے دعا گو ہے اور حاجی صاحب کے غم میں شریک ہے۔

(محمد سلیم چنیوٹی و یحییٰ عزیز ڈاہروی)

توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

اللہ۔ اللہ تعالیٰ اس قبولیت کی برکات اور اپنی رحمت سے ہمیں بھی نوازے اور ہمیں محروم نہ رکھے۔ اللہم آمین ثم آمین۔

باب: إذا قام له رجل من مجلسه لم يقعد فيه
اگر کوئی آدمی مجلس میں سے کسی کے لیے کھڑا ہو
تو وہ اس کی جگہ پر نہ بیٹھے

۱۱۸۶۔ عن ابن عمر قال: نهى النبي ﷺ أن
يقيم الرجل من المجلس ثم يجلس فيه،
وكان ابن عمر إذا قام له رجل من مجلسه لم
يجلس فيه.

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے
منع کیا ہے کہ آدمی مجلس میں سے کسی کو اٹھا کر خود اس کی
جگہ پر بیٹھ جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی عادت تھی اگر
کوئی شخص ان کے لیے کھڑا ہوتا تو وہ اس کی جگہ پر نہیں
بیٹھتے تھے۔“

باب: الأمانة

امانت کا بیان

۱۱۸۷۔ عن أنس: خدمت رسول الله ﷺ
يوما، حتى إذا رأيت أني قد فرغت من خدمته
قلت بقليل النبي ﷺ فخرجت من عنده، فإذا
غلمة يلعبون، ففقت أنظر إليهم إلى لعبهم
فجاء النبي ﷺ فانتهى إليهم، فسلم عليهم ثم
دعاني، فبعثني إلى حاجة فكان في فيء حتى

۱۱۸۵۔ عن أبي هريرة: خرج النبي ﷺ في
طائفة [من النهار] لا يكلمني ولا أكلمه حتى
أتى سوق بني قينقاع فجلس بفناء بيت فاطمة
فقال: ((أثم لكع؟ أثم لكع؟)) فحبسسته
شيئا، فظننت أنها تلبسه سخابا أو تغسله
فجاء يشتد حتى عانقه وقبله وقال: ((اللهم
أحبيه وأحب من يحبه.))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ
صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ باہر نکلے نہ آپ ﷺ نے
مجھ سے کوئی بات کی نہ ہی میں نے آپ ﷺ سے کوئی بات
کی یہاں تک کہ آپ ﷺ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف
لائے وہاں سے واپسی پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن
پر آ کر بیٹھ گئے اور اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکارتے
ہوئے کہا: کیا یہاں وہ چھوٹا ہے؟ دودھ نہ فرمایا۔ میرے خیال
میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے روکا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اس کو
کپڑے پہنا رہی تھیں یا نہلا رہی تھیں۔ اتنے میں وہ دوڑتا
ہوا آیا اور آپ ﷺ کے گلے سے لپٹ گیا۔ آپ ﷺ
نے اسے گلے سے لگایا اور بوسا دیا اور فرمایا: ”الہی اس کو
محبوب بنا لے اور انھیں بھی اپنا محبوب بنا لے جو اس سے
محبت رکھے۔“

فائدہ: یہ حدیث حسنین (حسن و حسین) رضی اللہ عنہما کی محبت باسعادت
پر دلیل ہے، اور حضرت محمد ﷺ کی یہ دعا ضرور قبول ہوگی، ان شاء

آئیتہ وأبطأت علی أُمی فقالت: ما حبسک؟ قلت: بعثنی النبی ﷺ إلی حاجة، قالت: ما هی؟ قلت: إنه سر للنبی ﷺ فقالت: احفظ علی رسول اللہ ﷺ سرہ، فما حدثت بتلك الحاجة أحدا من الخلق، فلو كنت محدثا حدثتک بها.

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی جب میں آپ کی خدمت سے فارغ ہو گیا میں نے محسوس کیا اب آپ ﷺ قیلولہ فرمائیں گے۔ میں آپ کے پاس سے باہر نکل آیا۔ دیکھا کہ باہر کچھ لڑکے کھیل رہے ہیں میں کھڑا ہو کر ان کے کھیل کو دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ان لڑکوں کے پاس پہنچ گئے ان کو سلام کیا مجھے ایک کام کے لیے بھیجا وہ کام گویا میری زبان پر ہے میں واپس آپ کی خدمت میں آیا اپنی والدہ کے پاس دیر سے پہنچا انھوں نے پوچھا اتنی دیر کیوں لگائی؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا تھا۔ والدہ نے پوچھا کس کام کے لیے آپ ﷺ نے بھیجا تھا؟ میں نے کہا یہ تو نبی ﷺ کا راز ہے۔ والدہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کے راز کی حفاظت کرو۔ تو میں نے کسی سے وہ راز بیان نہیں کیا اگر بیان کرتا تو تمہیں بتا دیتا۔“

فائدہ: حفظ سراسی کا نام ہے کہ حضرت انس نے کام کیا۔ نہ ماں سے کہا اور نہ ثابت، راوی حدیث، سے۔ سیاق سے ظاہر ہے کہ شاید مرتے دم تک کسی مخلوق سے بھی نہیں کہا۔

باب: إذا التفت التفت جميعا

جب کسی کی طرف متوجہ ہو تو پورا متوجہ ہو

۱۱۸۸. عن سعید بن المسیب، أنه سمع أبا هريرة يصف رسول الله ﷺ: كان ربعة وهو

إلى الطول أقرب، شديد البياض، أسود شعر اللحية، حسن الشعر، أهدب أشفار العينين، بعيد ما بين المنكبين، مفاض الخدين، يطاء بقدمه جميعا، ليس لها أخمص، يقبل جميعا ويدبر جميعا، لم أر مثله قبل ولا بعد.

”حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سنا وہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک یوں بیان کرتے تھے کہ آپ کا قدم مبارک درمیانہ مائل بہ درازی لمبائی تھا۔ نہایت گورے چٹے، ڈاڑھی کے بال سیاہ، ہنس مکھ، پلکیں دراز، چوڑا سینہ، رخسار مبارک ہموار، آپ کے قدم چلتے وقت پورے پڑتے تھے، تلوے میں زیادہ گہرائی نہ تھی، جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے، جب جانے کے لیے پھرتے تو مکمل طور پر یک سو ہو کر چلتے، میں نے آپ جیسا شخص نہ پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں کبھی دیکھا۔“

باب: إذا أرسل رجلا [إلى رجل] في حاجة فلا يخبره جب قاصد کو کسی آدمی کو بلا لانے کے لیے بھیجے تو وہ اس کو راستہ میں کچھ نہ بتائے

۱۱۸۹. عبد الله بن زيد بن أسلم عن أبيه، عن جده قال: قال لي عمر: إذا أرسلتک إلی رجل فلا تخبره بما أرسلتک إلیه، فإن الشيطان يعد له كذبة عند ذلك.

”عبد اللہ بن زید بن اسلم عن ابيه عن جده روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ جب میں تم کو کسی آدمی کے پاس بھیجوں تو اسے یہ نہ بتاؤ کہ تمہیں کس کام کے لیے بھیجا ہے ورنہ شیطان اسی وقت جھوٹ اس کے لیے تیار کر دے گا۔“

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

علم قرآن وحدیث کو ایمان و یقین کی مضبوطی سے پکڑنا یعنی احکام الہیہ اور سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق زندگی گزارنے کو اہل علم تمسک بالکتاب والسنہ کہتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا اثر رائے میں توازن واعتدال ہوتا ہے۔ وسعت مطالعہ کے باوجود تہجد کی پھسلن پر بھی تمسک بالکتاب والسنہ کی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے مولانا کو نوازے رکھا۔ ذیل کا ادارہ یہ محرم الحرام جیسے حساس موضوع پر انھوں نے تحریر فرمایا۔ اس میں ان کا وزن واعتدال، حفظ مراتب اور حکمت بھری موعظت و نصیحت ملاحظہ فرمائیے کہ اگر علماء ایسا طریقہ اظہار اپنائیں تو پھر چار سو نفرت کے شعلوں کی بجائے گلہائے محبت والفت یقیناً لہلہا نے لگیں۔ (احمد شاکر)

کی تعظیم میں) روزہ رکھتے ہیں۔“

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((فنحن احق واولی بموسی منکم فصامہ ﷺ وامر بصیامہ)) ”ہم پر موسیٰ علیہ السلام کے حقوق تم سے زیادہ ہیں۔“ چنانچہ خود بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۲/۳۵۹)

○ بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ یہود اس دن کو عید مناتے اور اس میں زیب وزینت بھی کرتے تھے مگر رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ وہ اس دن روزہ ہی رکھیں:

کان اهل خيبر يصومون يوم عاشوراء يتخذون عيدا ويلبسون نساءهم فيه حليهم وشادتهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فصوموه انتم. (صحیح مسلم: ۱۱/۳۵۹)

○ بعض روایتوں میں ہے کہ قریش بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ (صحیح مسلم)

○ اپنے آخری دور میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو ۹ محرم کے ساتھ ۱۰ محرم کا روزہ بھی ہم رکھیں گے۔

فاذا كان العام المقبل ان شاء الله صمنا اليوم التاسع. (صحیح مسلم) وفی روایتین بقیۃ

محرم الحرام کی مناسبت سے اہل سنت حضرات کے ملاحظہ، غور اور اس پر عمل کے لیے اس احکام ومسائل اور بعض متعلقہ امور ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱: شرعی حیثیت سے اس مہینے کے مقتضیات وہ ہی ہیں جن کا ذکر مندرجہ تحت صحیح و مستند احادیث میں آ گیا ہے۔

○ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((افضل الصيام بعد شهر رمضان شهر الله المحرم.))

یعنی رمضان کے بعد (نفلی) روزوں کے لیے سب سے فضیلت والا مہینہ محرم ہے۔

○ رسول اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو جب دیکھا کہ یہود عاشورے کے دن کا روزہ رکھتے اور اس کی تعظیم کرتے ہیں تو فرمایا: ما هذا اليوم الذي تصومونه ”اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟“ انھوں نے کہا: هذا يوم عظيم انجى الله فيه موسى وقومه واغرق فرعون وقومه فصامه موسى شكرا ف نحن نصوم ”کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی قوم کو نجات دی۔ اور ان کے دشمن فرعون وغیرہ کو غرق کر دیا۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر روزہ رکھا اور ہم بھی (ان کی اتباع اور اس دن

کے حامل تھے مگر ان سے محرم کی حیثیت میں مذہبی نقطہ نگاہ سے کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

۳: یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت سے اسلام اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت کسی صحابی نے آپ کی تاریخ شہادت و تدفین کو کسی قسم کی اہمیت نہیں دی، مگر عجیب بات ہے کہ حضرت حسین کی شہادت کے دن ۱۰/۱ محرم کو اتنی بڑی اہمیت دے دی گئی، اس قدر کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ و بے دردانہ شہادتیں بھی اس کے سامنے ماند پڑ گئیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں واقعہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ ذکر کر کے کس قدر صحیح لکھا ہے:

کل مسلم ینبغی له ان یحزنہ قتله فانہ من سادات المسلمین و علماء الصحابة و ابن بنت رسول اللہ ﷺ التی ہی افضل بناتہ و قد کان عابدا و شجاعا و سخیا و لکن لا یحسن ما یفعله من اظهار الجزع و الحزن الذی لعل اکثرہ تصنع و ریاء و قد کان ابوہ افضل فقتل و ہم لا یتخذونہ ماتما کمقتل الحسین و كذلك عثمان کان افضل من علی عند اهل السنة و قد قتل و هو محصور فی دارہ و قد ذبح من الوریذ الی الوریذ و لم یتخذ الناس یوم قتله ماتما و كذلك عمر بن الخطاب کان افضل من عثمان و علی قتل و هو قائم یصلی فی المحراب صلوة الفجر و لم یتخذ الناس یوم قتله ماتما انتھی .

(البدایہ والنہایہ : ۸ / ۲۰۳)

یعنی ہر مسلمان کو حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم ضرور ہونا چاہیے

الی قابل لاصومن التاسع و لا مرن بصیام یوم قبلہ و یوم بعدہ . (لطائف المعارف، ص : ۴۹)

⑤ عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال صوموا یوم عاشوراء و خالفوا الیہود صوموا قبلہ یوما و بعدہ یوما . (مسند امام احمد : ۲۱ / ۴ بسند حسن)

یعنی یہود کی مخالفت کرتے ہوئے ۹، ۱۰ یا ۱۱ محرم کا روزہ رکھا کرو۔

رسول اللہ ﷺ سے اس دن کے روزے (کے ثواب) کی بابت سوال ہوا تو فرمایا اس سے گزشتہ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“

سئل عن صوم یوم عاشوراء فقال یکفر السنۃ الماضیة . (صحیح مسلم)

خلاصہ یہ ہے کہ جتنا امتیاز اس مہینے یا عاشورے کے دن کو حاصل ہے وہ روزے ہی سے متعلق ہے، اس کے سوا باقی جس قدر حدیثیں بیان کی جاتی ہیں حفاظ و نقاد ان فن حدیث کی نظر میں ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف مشکوک ہے۔ اس لیے ان کی بنا پر سب کام مثلاً اس دن خصوصی کھانا پکانا، گھر میں فراخی و توسیع کرنا، صدقہ و خیرات، مساکین کو کھانا کھلانا، دانے جوش دینا، سبیلیں لگوانا، ایسی سبیلوں سے پانی پینا، ماتی لباس پہننا، سرمہ لگانا، قبروں کی زیارت کو جانا وغیرہ سب امور بدعت و ناجائز ہیں۔ (ما ثبت بالسنة و غیرہ)

۲: اسلام کی تاریخ میں بڑا اہم حادثہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ہے جو ایرانیوں اور یہودیوں کی سازش سے ۲۳ھ کے آخر میں واقع ہوئی اور یکم محرم ۱۳ھ کو آپ کی تدفین عمل میں آئی ایک اہم حادثہ یہ ہوا کہ کوفے کے شیعین علی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا۔ پھر اموی گورنر عبید اللہ ابن زیاد کی فوج میں شامل ہو کر خود ہی حضرت حسین کو ان کے متعدد ساتھیوں اور گھر والوں سمیت کربلاء کے میدان میں ۱۰ محرم ۸۰ھ کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں حادثے بڑے ہی دور رس نتائج

حیثیت سے بیان کرنے والے دو شخص ہیں ابو محنف لوط بن یحییٰ، اور ہشام بن محمد الکلبی۔ مگر دونوں کے متعلق راویوں کی تحقیق کرنے والے محدثین کا فیصلہ ہے کہ یہ دونوں، داستان گو اور بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے ہیں۔

آٹھویں صدی کے مستند مؤرخ حافظ ابن کثیر یہ داستانی واقعات ذکر کر کے لکھتے ہیں:

اکثره من رواية ابي محنف لوط بن يحيى وقد كان شيعيا وهو ضعيف الحديث عند الائمة لكنه اخبارى . (البداية: ۱۸ / ۳۰۲)

زیادہ تفصیل لسان المیزان (۳/۳۹۲) میں ہے اور ہشام بن محمد کے متعلق حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں لکھتے ہیں کہ وہ رافضی اور افسانہ پرداز ہی تھا۔ حدیث میں قابل اعتماد نہ تھا۔ (لسان المیزان: ۱۹۶/۶) نیز دیکھئے منہاج السنہ (۱۳۱)

تاریخ طبری مروجہ واقعات کا ماخذ ہے مگر ان کا اکثر حصہ ابو محنف صاحب کی داستان سرائی کا مرہون منت ہے اہل سنت علماء و واعظین کو چاہیے کہ اس واقعہ کو بیان کرتے وقت تحقیق کر لیا کریں کہ اس میں کہیں لوط صاحب کی مہربانی شامل تو نہیں ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کا افسانوی حصہ شیعہ پروپیگنڈا کا پہلا زینہ ہے۔

کہ آنحضرت ﷺ کے پیارے نواسے، اور عابد و بہادر صحابی کو شہید کر دیا گیا لیکن ان کے والد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کیا اس سے کم اہم ہے، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادتوں کے دنوں کو کسی صحابی نے یوم ماتم نہیں بنایا نہ کسی کو اہمیت دی۔

اور شاہ ولی اللہ کا یہ ارشاد بھی کتنا بنی بر حقیقت ہے:

یا معاشر بنی آدم اتخذتم رسوما فاسدة تغیر الدین اجتماعتم یوم عاشوراء فی الابطال فقوم اتخذوه ماتما اما تعلمون ان الایام ایام اللہ والحوادث من مشیة اللہ وان کان حسین قتل فی هذا الیوم فای یوم لم یمت فیہ محبوب من المحبوبین وقوم اتخذوه منسکا بصنیعکم . (تفهیمات الہیہ: ۱ / ۲۱۸)

”لوگو! دین کو بدل ڈالنے والے کیسے رواجوں کے خوگر ہو گئے ہو۔ عاشوراء کے دن کیسی کیسی بیہودگیاں کرتے ہو۔ سب دن اللہ تعالیٰ کے ہیں حضرت حسین (اگر اتفاقاً) اس دن شہید ہو گئے تو کون سا ایسا دن ہے جس میں کسی نہ کسی اللہ کے بندے کی وفات نہ ہوئی ہو۔“

۳: بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ واقعہ کربلا کو مبالغہ آمیز داستان کی

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے جد امجد امام عبدالسلام رحمہ اللہ کی فقہ الحدیث کی بلند پایہ کتاب

منتقى الاخبار (مترجم)

- ⑤ امام عبدالسلام رحمہ اللہ، جد امجد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب معاشرتی مسائل و احکام پر جامعیت کے لحاظ سے ایک خاص مقام و مرتبے کی حامل ہے، اس میں چار ہزار احادیث مبارکہ عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔
- ⑥ اس عظیم کتاب کا سلیس اردو ترجمہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد داؤد راجہ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا۔ اس پر نظر ثانی، تنقیح و تہذیب مولانا محمد ابو بکر صدیق السلفی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔

قیمت = /۱۲۰۰ روپے عام رکھی گئی ہے۔

⑦ یہ اہم کتاب ② مضبوط جلدوں پر مشتمل ہے۔ عمدہ گلین کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ

ناشر: دار الدعوة السلفیہ، ۳۱- شیش محل روڈ لاہور۔ پوسٹ کوڈ ۵۴۰۰۰

مسئلہ ایصالِ ثواب کا تحقیقی جائزہ

ایصالِ ثواب کی جائز اور ناجائز صورتیں

حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر شعبہ تحقیق و تالیف، دارالسلام، لاہور

توبہ کی صورت میں قضا یا فدیے کا مسئلہ:

جہاں تک علمائے احناف کے اس فتوے کا تعلق ہے کہ توبہ کی صورت میں وہ اپنی ۲۰، ۳۰ سال کی نمازوں کی بھی قضا اس طرح دے کہ اتنے ہی سالوں تک وہ ہر نماز ڈبل پڑھے۔ وغیرہ۔ اس سلسلے میں ہماری گزارشات حسب ذیل ہیں۔

آج کل لوگوں کو ایک نماز پڑھنا ہی مشکل ہے، ان کو ۲۰، ۳۰ سال تک ڈبل نمازیں پڑھنے کا حکم یا فتویٰ دینا یقیناً تکلیف مالا یطاق (ان کی طاقت سے باہر) ہے۔ دیکھتے نہیں کہ حنفی حضرات ایک نماز ہی ”ٹو چل میں آیا“ کے انداز میں پڑھتے ہیں، جب ان کو ہر نماز دو دو کر کے پڑھنی پڑے گی تو وہ کس طرح نماز کا مزید حلیہ بگاڑیں گے۔ اگر یہ شریعت کا حکم ہوتا تو بات اور تھی لیکن شریعت اسلامیہ تو فطرت کے عین مطابق ہے اور اس کا کوئی حکم بھی ایسا نہیں ہے جو انسانی طاقت سے بالا ہو:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ۲۸۶]

”اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی بات کا مکلف نہیں ٹھہراتا۔“

جب کہ علمائے احناف کا مذکورہ فتویٰ یقیناً انسانی طاقت سے بالا ہے۔ اس لیے یہ شریعت اسلامیہ کے مزاج و فطرت اور اس کے دیگر تمام احکامات سے متجاوز ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ بے بنیاد ہے، اس کی پشت پر کوئی مضبوط شرعی دلیل نہیں ہے، جیسا کہ ہم ابھی وضاحت کریں گے۔

ثانیاً: فرض کرو، ایک شخص اپنی ۲۰، ۳۰ سالہ چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا شروع کر دیتا ہے اور ہر نماز وہ ڈبل پڑھتا ہے، سال دو سال وہ اس طرح کرتا ہے اور پھر فوت ہو جاتا ہے، اب بقیہ سالوں کی نمازوں کا کیا بنے گا؟

کیا یہاں یہی فتویٰ نہیں دیا جائے گا کہ توبہ سے وہ معاف ہو جائیں گی کیونکہ اس نے قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی شروع کر دی تھی اور اس کا یہ عمل توبہ ہی کے مترادف ہے؟ گویا بات بالآخر توبہ ہی پر ٹھہری۔ اور جب بات توبہ ہی پر ٹھہرنی ہے تو پہلے مرحلے پر ہی کیوں نہ توبہ کی اہمیت کو تسلیم کر لیا جائے۔ نیز یہ کہ اللہ کی طرف آنے والے مسلمان کو آزمائش میں ڈالنے کے بجائے کہ تم ایک طویل عرصے تک دو دو نمازیں پڑھو، کیوں نہ یہ کہا جائے کہ کچھلی کوتاہیوں کی تلافی کے لیے سچے دل سے توبہ کر لینی ہی کافی ہے اور سچی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ نماز کی ادائیگی اور دیگر احکام و فرائض میں عمداً کوتاہی نہ ہو۔

آج کل تساہل مسلمان کو اللہ کی رحمت و مغفرت سے مایوس کر کے اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دینا اور شریعت ہی سے اسے باغی بنا دینا، اصلاح و تبلیغ کی صحیح حکمت عملی ہے یا احساسِ ندامت سے سرشار مسلمان کی حوصلہ افزائی کر کے اور توبہ و مغفرت الہی کی نوید جاں فزا سنا کر اس کو شریعت کی پابندی پر آمادہ کرنا صحیح حکمت عملی ہے؟

عقل و منطق کی رو سے کون سی بات صحیح اور وزنی ہے؟ عقل

حسب ذیل ہیں:

نَسِيَ (بھول گیا)، نَامَ (سو یا رہ گیا۔ یا سو گیا)، رَقَدَ (سو گیا) عَفَلَ عَنْهَا (نماز سے غافل ہو گیا، یہ بھی نسیان اور ذہول (بھول جانے) ہی کے مفہوم میں ہے)

یہ سارے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کسی وقت بھول، یا نیند یا ذہول کی وجہ سے کوئی نماز رہ جائے تو یاد آنے پر یا جاگ آنے پر فوراً پڑھ لے۔ یعنی یہ گمان نہ کرے کہ اب تو نماز کا وقت ہی نکل گیا اور نماز نہ پڑھے یا یہ خیال کرے کہ اب یہ نماز آج کے بجائے میں کل اس کے وقت پر ہی پڑھوں گا۔

ان دونوں کی نفی فرما کر یہ تاکید فرمائی کہ یاد آتے ہی یا بیدار ہوتے ہی بلاتا خیر نماز پڑھ لے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے پس منظر کو بھی سامنے رکھا جائے تو مزید وضاحت ہو جاتی ہے، یعنی وہ کیا واقعہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیش آیا اور اس موقع پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا، یہ مشہور واقعہ ہے اور صحیح مسلم کے مذکورہ باب کے آغاز ہی میں یہ پس منظر ایک حدیث میں بیان ہوا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خیبر سے واپس آئے تو رات کو سفر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کو اٹکھ یا نیند آنے لگی تو آپ ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم رات کا خیال رکھنا (یعنی فجر کا وقت ہو جائے تو ہمیں جگا دینا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نوافل ادا کرتے رہے (تاکہ ان کو نیند نہ آئے) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سو گئے۔ فجر کا وقت جب قریب ہوا تو بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی سواری کے ساتھ ٹیک لگا کر کچھ آرام کرنے لگے، ان کا رخ صبح صادق کے طلوع ہونے ہی کی طرف تھا (تاکہ وہ ساتھیوں کو جگا دیں) لیکن ان کی بھی آنکھ لگ گئی اور رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بلال رضی اللہ عنہ سب ہی سوئے رہ گئے اور فجر کا وقت نکل گیا حتیٰ کہ سورج نکل آیا اور سورج کی شعاعیں جب ان پر پڑیں تو

ومنطق کی بات ہم اس لیے کر رہے ہیں کہ علمائے احناف کے پاس اپنے موقف کے اثبات کے لیے کوئی واضح نص اور شرعی دلیل نہیں ہے ورنہ نص اور شرعی دلیل کے مقابلے میں عقل و منطق اور قیاس و رائے کی کوئی اہمیت نہیں۔ نص (دلیل شرعی) کے سامنے تو سوائے سر تسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔

احناف کی دلیل کا تجزیہ:

علمائے احناف جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، ذرا دیکھیے کہ اس سے ان کا موقف ثابت ہوتا ہے؟ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ((من نسي صلاة فليصل إذا ذكر، لا كفارة لها إلا ذلك.))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۹۷)

”جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے، وہ اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے، یہی اس کا کفارہ ہے۔“

صحیح مسلم کی روایات کے الفاظ ہیں:

۱۔ ((من نسي صلاة أو نام عنها، فكفارتها أن يصلها إذا ذكرها.))

۲۔ ((إذا رقد أحدكم عن الصلاة أو غفل عنها فليصلها إذا ذكرها فإن الله عز وجل يقول: وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِيَذْكُرَ.))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۶۸۴)

۱۔ ”جو نماز پڑھنی بھول جائے یا سو یا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ یاد آنے (یا جاگنے) پر اسے پڑھ لے۔“

۲۔ ”جب تم میں سے کوئی سو جائے اور نماز نہ پڑھ سکے یا اس سے غافل ہو جائے تو جب بھی اسے یاد آئے، پڑھ لے، اس لیے کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے: نماز میری یاد کے لیے قائم کرو۔“

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی ان تینوں روایات کے الفاظ پر غور کریں تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ ان میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں،

بھی اسی کا مؤید ہے۔

بنابریں آج کل بے عمل مسلمانوں کے لیے شریعت کے عمومی احکام کی روشنی ہی میں فیصلہ کرنا پڑے گا اور وہ توبہ و استغفار ہی کا حکم ہے۔ ایسا شخص سچے دل سے توبہ کر لے اور آئندہ کے لیے نماز سمیت تمام احکام و فرائض اسلام کی پابندی کا عزم و عہد کر لے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی سالہا سال کی تمام کوتاہیوں کو معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

﴿يُعْبِدُونَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ [الزمر: ۵۳]

”اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

یہ آیت صرف اہل شرک و کفر ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے لیے عام ہے۔ اگر کوئی کفر و شرک سے توبہ کر کے اللہ کی بارگاہ میں آجائے، اللہ اس کو بھی اپنا بندہ بنا لے گا۔ کوئی مسلمان اگر اپنی بے عملی اور سیاہ کاریوں سے توبہ کر کے مخلص مسلمان بننے کا عزم و عہد کر لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنی بارگاہ سے دھتکارے گا نہیں، اس کی رحمت اور غفور و کرم کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا ہوا ہے۔ اس مفہوم کی اور بھی قرآنی آیت ہیں، مثلاً:

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ [النساء: ۱۱۰]

”اور جو شخص برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر وہ اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا پائے گا۔“

اس لیے مسئلہ جو احادیث سے ثابت ہوتا ہے، وہ یہی ہے کہ ایک دو نمازیں کسی وجہ سے رہ گئی ہیں تو وہ فوراً ادا کر لی جائیں، بھول گیا تو یاد آنے پر، سو یا رہ گیا تو بیدار ہونے پر، کسی اور اہم مصروفیت کی وجہ

بیدار ہوئے اور سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے (فجر کی نماز رہ جانے پر) رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے اور پوچھا: اے بلال رضی اللہ عنہ! (یہ تم نے کیا کیا، تم نے ہمیں اٹھایا کیوں نہیں؟) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، جو نیند آپ ﷺ پر غالب رہی وہی، نیند مجھ پر بھی غالب آگئی۔ پھر آپ ﷺ نے وہاں سے کوچ فرمانے کا حکم دیا اور تھوڑی دور جا کر وضو فرمایا (صحابہ نے بھی وضو کیا) پھر آپ ﷺ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے (یا سو یا رہ جائے) تو وہ اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے۔“

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۶۸۰)

اس واقعے اور پس منظر سے واضح ہے کہ مذکورہ احادیث میں بیان کردہ حکم ان صورتوں سے متعلق ہے جو کسی سے غیر ارادی طور پر کوئی نماز رہ جائے، بھول کی وجہ سے یا نیند کی وجہ سے، تو وہ اسے فوراً یاد آنے پر یا بیدار ہونے پر پڑھ لے۔

ان احادیث کا کوئی تعلق جان بوجھ کر سالہا سال نماز نہ پڑھنے والے سے نہیں ہے نہ ان میں ایسے لوگوں کی بابت کوئی حکم ہی دیا گیا ہے؟ تاہم یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسے لوگوں کی بابت شریعت کا کیا حکم ہے؟ یا کیا حکم ہونا چاہیے؟

یہ صورت چونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں نہیں تھی کیونکہ اس دور خیر القرون میں تو یہ تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرے اور نماز نہ پڑھے۔ صحابہ کرام تو کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والی چیز، نماز ہی کو تصور کرتے تھے اور نبی ﷺ کے فرما میں سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ عمدۃ ترک صلاۃ کفر کے مترادف ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَاقِمْ صَلاٰةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُسْرِكِيْنَ﴾

[الروم: ۳۱]

”نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔“

کا جو گناہ ہوا تھا، وہ گناہ معاف بلکہ نیکی میں تبدیل ہو جائے گا۔“

اور سنئے! عمر بھر کی نمازوں کی معافی کا دوسرا نسخہ:

ب: ”جس کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں، اسے چاہیے کہ پیر کی رات کو پچاس رکعت نفل پڑھے اور فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ پر ایک سو بار درود شریف پڑھے۔ اس سے خدا تعالیٰ ان سب نمازوں (کی قضا کے گناہ) کا کفارہ ادا کرے گا، اگرچہ سو برس کی کیوں نہ ہوں۔“

(ملاحظہ ہو بریلویوں کا مشہور ترجمان رسالہ، ماہنامہ ”رضائے مصطفیٰ“، گوجرانوالہ شمارہ رمضان وشوال، ۱۴۰۱ھ، ص: ۹)

رسالہ مذکورہ میں قضائے عمری کی جو دو صورتیں بیان کی گئی ہیں، کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں، البتہ من گھڑت احادیث جمع کرنے والے علماء نے موضوع احادیث کے مجموعوں میں ان کا ذکر کیا ہے، جیسے دیکھیے: ملا علی قاری حنفی کی موضوعات کبیر، موضوعات صغیر اور امام شوکانی کی الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، والعجالة النافعة شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ، وغیرہا من الکتاب۔

قضائے عمری کی دو اور صورتیں:

قضائے عمری کی ایک اور صورت جو بعض دوسرے ملکوں میں رائج ہے، وہ یہ ہے کہ بعض پانچ نمازیں بہ اذان و جماعت پڑھتے ہیں اور بعض چار رکعت نماز نفل باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور نفل کی نیت یہ کرتے ہیں:

”نویت أن أصلي أربع ركعات تقصيراً و

تكفيراً لما فات مني من جميع صلاة نفل الخ“

ایک اور طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے:

”آخر جمعہ رمضان میں قضائے عمری کے طور پر اوقات خمسہ

کی نماز، بعد نماز جمعہ پڑھیں۔ یہ نماز تمام قضا نمازوں

کا کفارہ ہے۔ (ملاحظہ ہو ”کفایت المفتی“ کتاب

الحنائز، ج: ۳، ص: ۳۳۹-۳۴۱)

یہ آخری دونوں صورتیں کسی صاحب نے مفتی کفایت اللہ صاحب

سے کوئی نماز نہیں پڑھ سکا تو فراغت پانے پر پڑھ لے۔ جیسے نبی ﷺ نے فجر کی نماز سورج نکلنے کے بعد ادا فرمائی، جنگ خندق کے موقع پر آپ ﷺ کی عصر کی نماز رہ گئی تو آپ ﷺ نے مغرب کے بعد ادا فرمائی۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۶۲۷، ۶۲۸)

لیکن جو شخص ۲۰، ۳۰ سال یا اس سے کم و بیش نماز جیسے فریضے سے غافل رہا، پھر اللہ نے اسے سمجھ عطا فرمائی اور وہ نمازی بننے پر آمادہ ہو گیا تو اس پر ڈبل نمازوں کا بوجھ ڈالنا نہ کوئی شرعی حکم ہے اور نہ صحیح حکمت عملی ہے۔ اس کے لیے صرف خالص توبہ کافی ہے، وہ آئندہ کوتاہی نہ کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی سابقہ تمام کوتاہیوں کو معاف فرمادے گا۔

قضائے عمری کی دو اور صورتیں اور ان کی خود ساختہ فضیلت:

عمر بھر کی نمازوں کی کوتاہیوں کی تلافی اور ازالے کی ایک صورت تو وہ ہے جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزری جس کے استدلال کے پائے چوبیس کی بے تمکینی کو بھی ہم نے بعون اللہ و توفیقہ واضح کر دیا ہے۔

اس کی دو اور صورتیں جو احناف کے ایک دوسرے گروہ (بریلوی حضرات) کے علماء ایک موضوع (من گھڑت) حدیث کی بنیاد پر بیان کرتے ہیں، وہ یہ ہیں کہ:

الف: جمعة الوداع کے دن (رمضان کے آخری جمعے میں) ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، آیت الکرسی، قل ہو اللہ احد اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایک ایک بار پڑھے۔

اس کی فضیلت بایں الفاظ بیان کی گئی ہے:

”جس شخص کی فرض نمازیں قضا ہو گئی ہوں، اگر وہ اپنے اس

فعل پر نادم و شرمندہ ہو کر توبہ کرے اور قضا شدہ نمازوں کو

پڑھ لے، پھر قضائے عمری کے نوافل (جس کا طریقہ پہلے

بیان ہوا) پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قضائے عمری کی

وجہ سے اس کی نمازیں قضا ہونے اور ان میں تاخیر ہونے

دہلوی سے بطور سوال پوچھی تھیں جس کے جواب میں انھوں نے ان دونوں صورتوں کو بے اصل، اختراعی اور اصول شرعیہ کے خلاف قرار دیا۔ اس پر بحث کر کے آخر میں مفتی صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

”پس اس مصنوعی قضاے عمری کو ترک کرنا ہی شریعت کے موافق ہے کہ یہ بدعت اور بے اصل اور ناقابل اعتماد اور فساد عقیدہ کو مستلزم ہے۔ انکار کرنے والے ہی حق پر ہیں اور کوئی نماز فرض کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ نہ چار رکعت نفل سے چار رکعتیں ظہر یا عصر کی معاف ہو سکتی ہیں۔ چہ جائیکہ سیکڑوں یا ہزاروں نمازوں کی قضا کے قائم مقام ہو جائے۔ نیز معاملہ توقیفی ہے جس کے لیے صاف و صریح آیت یا حدیث ہونی چاہیے، محض قیاسی طور پر یہ ثابت نہیں ہو سکتا اور حق تو یہ ہے کہ کوئی قیاسی دلیل بھی اس نماز کے لیے نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد فائیت اللہ، غفرلہ، (کفایت المفتی،

ج: ۳، ص: ۳۴۱)

میت کے ذمے واجبات کی مرنے کے بعد ادا نیگی،

کیا اس کے لیے مفید ہے؟

یہاں تک تو گفتگو ایسے شخص کی بابت تھی جس کو زندگی میں توبہ و اصلاح کی توفیق میسر آگئی۔ اب سالہا سال تک چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کا کیا بنے گا؟ یہ توبہ و اصلاح ہی اس کی پچھلی کوتاہیوں کی معافی کے لیے کافی ہے یا اس کی قضا یا فدیہ ضروری ہے؟

اس کی بابت دو موقف ہیں، ایک یہ ہے کہ خالص توبہ ہی اس کے لیے کافی ہے، اگر آئندہ وہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی پچھلی کوتاہیوں پر اس کا مواخذہ نہیں فرمائے گا، قرآن وحدیث کے دلائل سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ گزشتہ ۲۰، ۳۰ سالوں کی چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کی قضا اور فدیہ ضروری ہے، یہ موقف دلائل شرعیہ سے بھی کوئی مطابقت نہیں رکھتا اور عقل و منطق سے بھی اس کی تائید

نہیں ہوتی، اسی طرح اسی سلسلے کا ایک دوسرا موقف کہ رمضان المبارک کے آخری جمعے میں قضاے عمری کے چند نوافل ادا کر لیے جائیں تو گزشتہ تمام چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا ادا ہو جائے گی۔ اس پہلے موقف سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ (اس مسئلے کا ایصالِ ثواب کی بحث سے تعلق نہیں ہے، یہ بحث تو سخن گسترانہ طور پر مقطع میں آگئی ہے، ایصالِ ثواب سے متعلق اس کی دوسری صورت ہے جو حسب ذیل ہے)

اب ایسے شخص کی دوسری صورت ہے اور وہ یہ کہ مسلمان کہلانے کے باوجود عمر بھر وہ نماز، روزہ، زکاۃ وغیرہ فرائض سے غافل رہا حتیٰ کہ فوت ہو گیا اور توبہ کی توفیق سے وہ محروم رہا۔ اب عمر بھر کے یا سالہا سال کے فرائض اس کے ذمے ہیں۔ ان کا کیا بنے گا؟ ان کی ادائیگی کی کوئی صورت ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟

یا اب اس کا معاملہ کلئہ اللہ کے سپرد ہے، وہ چاہے گا تو اپنے فضل و کرم سے پہلے مرحلے ہی میں اسے معاف فرمادے گا یا سزا دینے کے بعد اسے معاف فرمادے گا؟ کیونکہ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ مرتکب کبائر مسلمان کا معاملہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ زندگی میں تو توبہ سے ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے لیکن کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا، اس کی معافی کی قیامت کے دن دو صورتیں ہوں گی، بغیر سزا کے یا سزا کے بعد۔ اس کا فیصلہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے کرنا ہے، ایسے شخص کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز ہے، اس کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنے کی اجازت ہے اور ایصالِ ثواب کی وہ ساری صورتیں جائز ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں۔ ان سے اس بے عمل مسلمان کو کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں؟ اس کا علم بھی صرف اللہ ہی کو ہے، ہم اس کی بابت قطعیت سے کچھ نہیں کہہ سکتے، نہ اثبات میں اور نہ نفی میں۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے چھوٹے ہوئے سالہا سال کے فرائض، جو اس کے ذمے ہیں، اس کے مرنے کے بعد، اس کی طرف سے ان کا نہ نیابتاً کرنا جائز ہے اور نہ مالی معاوضے ہی سے ان کا ازالہ ممکن ہے، اس کی اس مجرمانہ غفلت اور

نے شائع کیا ہے، اس کا نام ہے ”مجموعہ قوانین اسلامی“۔

اس میں قانونِ وصیت کے باب میں ایک وصیت مع تشریح حسب ذیل ہے۔

”مرنے والے پر موت سے پہلے ان فرائض و واجبات کے فدیہ، کفارہ اور بدل کی وصیت واجب ہے جنہیں وہ ادا نہیں کر سکا۔“

تشریح: مثلاً: چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کا فدیہ، جو نماز و روزہ کے لیے نصف صاع گیہوں (ایک کلو چھ سو اکانوے ۱۶۹۱ گرام) یا اس کی قیمت ہے۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، طبع چہارم، ص: ۳۰۷، نئی دہلی، بھارت)

مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم نے یہ مسئلہ فدیہ نماز و روزہ وغیرہ بڑی تفصیل سے لکھا ہے، مع عنوان ملاحظہ فرمائیں:

”مسائل فدیہ نماز و روزہ وغیرہ:

مسئلہ: جس شخص نے نماز، روزہ یا حج، زکاۃ وغیرہ کی کوئی وصیت کی تو یہ وصیت اس کے ترکہ کے صرف ایک تہائی حصہ میں جاری کرنا وارثوں پر لازم ہوگا، ایک تہائی ترکہ سے زائد کی وصیت ہو تو وہ سب وارثوں کی اجازت و رضامندی پر موقوف ہے اگر وہ سب یا اُن میں کوئی اجازت نہ دے تو مشترکہ ترکہ سے وصیت پوری نہیں کی جاسکتی، اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہے تو اس کی اجازت بھی معتبر نہیں، اس کے حصہ پر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کا کوئی اثر نہ پڑتا چاہیے۔ (ہدایہ عالمگیری، شامی وغیرہ)

مسئلہ: جس شخص نے وصیت کی ہو اور مال بھی اتنا چھوڑا ہو کہ اس کے ایک تہائی میں ساری وصیتیں پوری ہو سکیں تو وصی اور وارثوں کے ذمہ واجب ہے کہ اس وصیت کو پورا کریں، اس میں کوتاہی کریں یا میت کا مال موجود ہوتے ہوئے اس کے نماز روزہ کے فدیہ میں حیلہ حوالہ پر اعتماد کر کے مال کو خود تقسیم کر لیں تو گناہ اُن کے ذمہ رہے گا۔

مسئلہ: وصیت کرنے کی صورت میں واجبات و فرائض کی ادائیگی کی یہ صورت ہوگی۔

کوتاہی کا فیصلہ روزِ قیامت بارگاہِ الہی میں ہوگا، دنیا میں اس کے ازالے اور تلافی کی کوئی صورت نہیں ہے، نصوصِ شریعت اسی موقف کی تائید کرتی ہیں۔

فقہائے احناف کا بیان کردہ حیلہ اسقاط یا دور:

علمائے احناف پہلی صورت کے قائل ہیں یعنی اس کے ذمے جو فرائض رہ گئے ہیں مالی معاوضے سے ان کی تلافی ممکن ہے، اس کی کیا صورت ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ مرنے والا اگر وصیت کر گیا ہے کہ اس کے مال میں سے معاوضہ (فدیہ) ادا کیا جائے تو اس کے ثلث مال میں سے ادائیگی کی جائے اور یہ وصیت کرنا اس کے لیے واجب ہے۔ اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ورثاء اپنی طرف سے بطور تبرع ادائیگی کر دیں تو موجب اجر و ثواب ہے، اگر نہیں کریں گے تو شرعاً وہ اس کے مکلف نہیں ہیں۔

معاوضے کی ادائیگی کس طریقے اور کس نسبت سے ہوگی؟ وتر سمیت ایک دن کی چھ نمازیں شمار ہوں گی اور ایک نماز کا فدیہ (معاوضہ) پونے دو کلو گندم ہے، یعنی ایک دن کی چھ نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس کلو گندم ہوگی۔ اس حساب سے ایک سال کی نمازوں کا فدیہ تقریباً ۹۶ من گندم ہوگی، اگر اس نے مثال کے طور پر ۲۰ سال نمازیں نہیں پڑھیں تو ۲۰ سال کی نمازوں کا فدیہ تقریباً دو ہزار من گندم ہوگی، ۲۵، ۳۰ سال کا فدیہ اس سے بھی زیادہ۔ اگر اس سے کم نہ پڑھی ہوں تو فدیہ بھی کم ہوگا۔ اسی طرح ایک روزے کا فدیہ بھی پونے دو کلو گندم ہے۔ ایک مہینے کا فدیہ تقریباً ساڑھے باون کلو گندم بنتا ہے۔ اسی طرح ۲۰، ۳۰ سال کے روزوں کا فدیہ اسی حساب سے دینا ہوگا۔

یہ تفصیل جو ہم نے ذکر کی ہے، علمائے احناف (دیوبندی حضرات) کی معتبر کتابوں میں موجود ہے، جو انھوں نے اپنی فقہ کی کتابوں کی روشنی میں تحریر کی ہے، مثلاً: ایک نہایت اہم کتاب ہے جسے ہندوستان کے سارے کبار علمائے احناف نے باہم مشاورت سے مرتب کیا ہے اور جسے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (ہند، نئی دہلی)

شرعی حکم بیان کرتے ہیں۔

دسّم ۵: ”جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کے ذمے جتنے روزے اور نمازیں وغیرہ ہوتی ہیں، اس کے لیے ساڑھے باون سیر گیہوں اور ایک قرآن شریف رکھتے ہیں اور مؤذن یا مَلّا کو بلا کر اسے کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کے ذمے جس قدر روزے نمازیں باقی ہیں ان کے عوض میں تمہیں یہ گیہوں اور قرآن مجید دیا جاتا ہے، تم نے قبول کیا؟ وہ کہتا ہے: ہاں قبول کیا، پھر وہ مَلّا گیہوں اور قرآن شریف لے جاتا ہے۔ اس طریقے کو لوگ حیلہ کہتے ہیں۔“

”**حکم شرعی:** یہ رسم تھوڑے تھوڑے اختلاف اور تفاوت کے ساتھ ہندوستان کے بعض شہروں میں بھی رائج ہے اور اسے اسقاط کہتے ہیں۔ اس کی اصل یہ ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمے فرائض اسلامیہ کی قضا باقی ہو جس میں نماز، روزے، کفارہ قسم، قربانی وغیرہ داخل ہیں تو ان فرائض و واجبات کا فدیہ اس کی طرف سے ادا کرنے سے امید ہے کہ اس کا ذمہ بری ہو جائے۔ پھر اگر میت نے وصیت کردی ہو کہ میری تمام نمازوں اور روزوں وغیرہ کا فدیہ دے دیا جائے۔ جب تو وارث کو لازم ہے کہ جس قدر نمازیں اور روزے وغیرہ میت نے بتائے ہیں یا وارث کو معلوم ہیں، ان کا پورا فدیہ دے اور ثلث مال تک اس میں خرچ کر دے۔ اگر بصورت وصیت پورا فدیہ ثلث مال یا اس سے کم میں ادا ہو جاتا ہو تو پورے فدیے سے کم ادا کرنے میں وارث گناہ گار ہوگا۔ اور اگر میت نے باوجود مال ہونے کے وصیت نہیں کی یا وصیت کی مگر جتنی نمازیں اور روزے اس کے ذمے تھے۔ ان سب کے فدیے کی پوری مقدار کی وصیت نہیں کی تو پہلی صورت میں وارث کے ذمے فدیہ دینا اور دوسری صورت میں پورا فدیہ دینا (خواہ ثلث کے اندر ہو) ضروری نہیں اور مرنے والا ان دونوں صورتوں میں گناہ گار ہوگا۔

اور جب کہ میت نے بالکل وصیت نہیں کی یا مال نہیں چھوڑا یا ثلث سے زائد کی وصیت کی یا تھوڑے سے روزوں اور نمازوں کے فدیے کی وصیت کی، حالانکہ ثلث میں اس سے زیادہ کی گنجائش تھی۔

۱: ہر روز کی نمازیں و ترسمیت چھ لگائی جائیں گی اور ہر نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی، یعنی ایک دن کی نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی۔

۲: ہر روزہ کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی، رمضان کے روزوں کے علاوہ اگر کوئی نذر (منت) مانی ہوئی ہے تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا۔

۳: زکاۃ جتنے سال کی اور جتنی مقدار مال کی رہی ہے اس کا حساب کر کے ادا کرنا ہوگا۔

۴: حج فرض اگر ادا نہیں کر سکا تو میت کے مکان سے کسی کوچ بدل کے لیے بھیجا جائے گا اور اس کا پورا کرایہ وغیرہ تمام مصارف ضروریہ ادا کرنے ہوں گے۔

۵: کسی انسان کا قرض ہے تو اس کو حق کے مطابق ادا کرنا ہوگا۔

۶: جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں ہر ایک کے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کی جائے۔

۷: قربانی کوئی رہ گئی ہو تو اس سال میں ایک بکرے یا ایک حصہ گائے کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ کیا جائے۔ (متہ الجلیل)

۸: سجدہ تلاوت رہ گئے ہوں تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ کیا جائے۔

۹: اگر فوت شدہ نماز یا روزوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو تخمینہ سے حساب کیا جائے گا۔

یہ سب احکام اس صورت کے ہیں جس میں مرنے والے نے وصیت کردی اور وصیت کا مال چھوڑا ہو اور اگر وصیت ہی نہیں کی یا ادائے وصیت کے مطابق کافی ترکہ نہیں ہے تو وارثوں پر اس کے فرائض و واجبات کا فدیہ ادا کرنا لازم نہیں، ہاں وہ اپنی خوشی سے ہمدردی کرنا چاہیں تو موجب ثواب ہے۔“

(جواہر الفقہ، ج: ۲، ص: ۳۹۲، ۳۹۳)

مفتی کفایت اللہ دہلوی مرحوم مرنے کے بعد ہونے والی مروجہ رسموں کی تردید کرتے ہوئے ایک رسم کا ذکر کرتے ہیں، پھر اس کا

ہمیں علم ہے کوئی نہیں کرتا۔“ (کفایت المفتی، ج: ۴، ص: ۱۴۳، ۱۴۲ کتاب الجنائز)

”کفایت المفتی“ ہی سے ایک اور سوال جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: زید بالغ ہوا اور بعد بلوغ ۴۲ سال تک اُس نے نماز فرض نہیں پڑھی جب ملازمت سے علیحدہ ہو گیا تو اس سال انتقال سے کچھ ماہ قبل نماز پڑھی۔ تخمیناً ۵۷ سال کی عمر کو پہنچ کر اس دار فانی سے خود رخصت ہوئے۔ ان کے لڑکے حامد جو نیک اور صالح لڑکا ہے۔ اور الحمد للہ صوم و صلاۃ کا پابند ہے یہ چاہتا ہے کہ اپنے باپ زید کی ۴۲ سالہ عمر کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے کر اپنے والد کو عذابِ آخرت سے نجات دلوائے۔ حساب لگایا گیا تو کفارہ نماز روزہ کئی ہزار من کے قریب پہنچتا ہے جو حامد کی جرأت و ہمت سے خارج ہے اس لیے حیلہ اسقاط فدیہ کرنا چاہتا ہے لیکن اول اس کا طریقہ نہیں معلوم۔ دوم معلوم نہیں کہ یہ طریقہ شرع میں جائز ہے یا نہیں اگر یہ طریقہ حیلہ اسقاط فدیہ شرعاً جائز ہے تو اس کے ادا کرنے کا طریقہ مفصل تحریر فرمایا جائے۔ (المستفتی: ۲۵۱۲ خیراتی چودھری، ہمیرپور۔ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ ۲۸ جون ۱۹۳۹ء)

جواب: اس کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی نمازوں کا فدیہ وہ ادا کر سکتا ہے، مثلاً: سو (۱۰۰) نمازوں کا فدیہ ۴ من ۱۵ سیر گیہوں ہوئے فی من ۱۳/۴ سیر کے حساب سے تو یہ چار من پندرہ سیر گیہوں کسی مسکین کو یہ کہہ کر دیے جائیں کہ مرحوم کے ذمہ جس قدر نمازیں ہیں ان میں پہلی سو نمازوں کا یہ فدیہ ہے قبول کرو۔ وہ قبول کر کے قبضہ کر لے پھر وہ غلہ معطی کو اپنی طرف سے ہبہ کر دے، ولی اس پر قبضہ کر لے پھر وہ مزید سو (۱۰۰) نمازوں کے فدیہ میں یہ غلہ اسی مسکین کو دے دے اور مسکین قبضہ کر لے، پھر مسکین ولی کو ہبہ کر دے اور ولی قبضہ کر کے پھر اس کو مزید سو (۱۰۰) نمازوں کے فدیہ میں دیدے اسی طرح تمام نمازوں کا فدیہ پورا کر دیا جائے۔ پھر غلہ سو (۱۰۰) روزوں کے بدلے میں دیا جائے ایک نماز اور ایک روزے کا فدیہ برابر ہے اور ہر مرتبہ میں مسکین کا اور واپسی کے وقت ولی کا قبضہ کر لینا ضروری ہے۔

یہ چار صورتیں ہیں۔ پہلی دو صورتوں میں وارث کے ذمے بالکل اور تیسری صورت میں زائد علی الثلث اور چوتھی صورت میں زائد علی الوصیۃ فدیہ دینا واجب نہیں۔ لیکن اگر وارث تبرعاً دینا چاہے تو دو صورتیں ہیں:

ایک تو یہ کہ وارث مالدار ہو اور میت کے ذمہ جس قدر نمازیں روزے وغیرہ فرائض و واجبات شرعیہ ہیں ان سب کا پورا حساب کر کے فدیہ دے تو اس کے جواز بلکہ استحسان میں کلام نہیں۔ بلاشبہ یہ فعل جائز اور مستحسن ہے۔ دوسری صورت یہ کہ وارث کے پاس بھی مال نہیں ہے یا ہے مگر وہ پورا فدیہ دینا نہیں چاہتا تو اس کے لیے فقہاء نے ایک صورت تجویز کی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ممکن ہے کہ میت کا ذمہ بھی بری ہو جائے اور وارث پر بھی زیادہ بار نہ ہو۔ یہ کہ جس قدر نمازوں کا وہ فدیہ دے سکتا ہو (خواہ اپنے مال سے یا قرض لے کر) اتنی نمازوں کی طرف سے وہ فدیہ کسی فقیر کو دے، مثلاً: اس کے پاس چار صاع گیہوں ہیں تو یہ کہے کہ یہ آٹھ نمازوں کا فدیہ ہے اور فقیر کو دے کر قبضہ کرادے۔ پھر وہ فقیر یہ گیہوں وارث کو ہبہ کر دے۔ اور وارث قبضہ بھی کر لے۔ پھر یہ وارث وہی گیہوں اسی فقیر یا کسی دوسرے فقیر کو اور آٹھ نمازوں کے بدلے میں دے۔ اور پھر وہ فقیر وارث کو ہبہ کر کے قبضہ کرادے۔ اسی طرح اگر میت کے ذمہ اسی نمازیں تھیں تو دس مرتبہ دور کرے، یعنی وارث فقیر کو دے اور فقیر وارث کو ہبہ کرے اور ہر مرتبہ قبضہ کر لینا شرط ہے ورنہ صدقہ یا ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ پھر جب نمازیں پوری ہو جائیں تو روزوں کے بدلے اسی طرح کرے کہ یہ چار صاع آٹھ روزوں کے بدلے میں دے اور پھر فقیر اُسے ہبہ کر دے وکھڑا۔ یہاں تک کہ روزے پورے ہو جائیں۔ پھر دوسرے واجبات کو اسی طرح پورا کیا جائے۔ اور جب سب سے فراغت ہو جائے تو اخیر میں، خواہ فقیر وارث کو ہبہ نہ کرے، لے کر چلا جائے یا ہبہ کر دے تو وارث اپنی رضا مندی سے فقیر کو یہ کل چار صاع یا اس کا کوئی حصہ دے دے۔ یہ ہے اسقاط کی وہ ترکیب جو فقہاء نے بیان فرمائی ہے۔ لیکن اس ترکیب سے اسقاط جہاں تک

میں کسی مسکین کو دے دیں۔ وہ مسکین قبضہ کر کے پھر وارث کو بہہ کر دے وارث قبضہ کرے۔ پھر وہ مزید دس نمازوں کے بدلے میں وہ گیارہوں مسکین کو دے دے۔ مسکین قبضہ کر لے۔ پھر اپنی طرف سے وارث کو بہہ کر دے۔ اور وارث قبضہ کر لے۔ اسی طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ میت کی تمام نمازوں اور روزوں کا فدیہ پورا ہو جائے۔“ (محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی، حوالہ مذکور، ص: ۷۷)

مروجہ حیلہ اسقاط کی بابت سوال، جواب آپ نے ملاحظہ فرمایا، مفتی کفایت اللہ صاحب نے اسے بالکل بے اصل اور بے فائدہ قرار دیا ہے اور اس کے مقابلے میں فقہائے احناف کا حیلہ اسقاط یا دُور بیان فرمایا ہے جو ان کے نزدیک ضروری ہے۔ اس کے وجوب یا استحسان پر ہم ابھی گفتگو کریں گے۔



ضروری اعلان

ہفت روزہ ”الاعتماد“ لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- ① مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- ② مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام وصفہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔

- ③ جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- ④ مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداه معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

جب سب نمازیں اور روزے ختم ہو جائیں تو دوسرے واجبات، مثلاً: (کفارہ قسم وغیرہ) کا فدیہ اسی طریق سے ادا کیا جائے۔ آخر میں غلہ مسکین کو دے کر واپس نہ لیا جائے یہ حیلہ اگر صحیح طریقے سے کیا جائے تو جائز ہے۔ رات دن کی چھ نمازیں (مع وتر کے) محبوب ہوں گی اور ہر رمضان کے تیس روزے۔“ (مفتی کفایت اللہ کان اللہ، کفایت المفتی: ۱۷۲، ۱۷۱ / ۴)

ایک اور سوال، جواب ملاحظہ ہو:

سوال: جب میت کے لیے اسقاط کیا جاتا ہے عموماً محلہ کی مسجد سے قرآن شریف لے کر جنازے میں رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح قبرستان تک اس میں رہتا ہے۔ نماز جنازہ کے بعد امام اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ میت کا وارث یا کوئی رشتہ دار اس قرآن شریف کو جنازے سے نکال کر امام صاحب کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ امام میت کے وارث کو سامنے بٹھا کر میت کے گناہوں کے کرنے اور واجبات و فرائض کے ترک کی کوتاہیوں میں اس قرآن کو بطور کفارہ پیش کرتے ہوئے دعا مانگتا ہے۔ بعد ازاں مسجد کا قرآن مسجد میں واپس بھیج دیا جاتا ہے اور امام صاحب کو ایک روپیہ معاوضہ دیا جاتا ہے۔ کیا یہ صورت جائز ہے؟ نیز صحیح مسئلہ اسقاط جسے فقہاء نے بیان کیا ہے وہ کیا ہے؟ (المستفتی: ۲۸۰۷، محمد احسن ہاشمی (کراچی) ۲۹ فروری، ذی الحجۃ ۱۳۶۵ھ)

جواب: اسقاط کی یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے مہمل اور بیکار ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں اور مسجد کا قرآن مجید بھی اس کام کے لیے لے جانا جائز نہیں ہے۔ حیلہ اسقاط جو فقہاء نے ذکر کیا ہے وہ بھی ضروری نہیں۔ اگر کوئی میت کی مغفرت کے لیے اس پر صحیح طور سے عمل کرے تو میت کو ثواب پہنچنے کی امید ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر میت کے ذمہ اتنی نمازیں اور روزے ہوں جس کا فدیہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ وارثوں کو ادا کرنے کی طاقت نہ ہو، مثلاً: بیس من گیارہ ہوتے ہوں اور وہ قادر نہ ہوں کہ اتنے گیارہوں ادا کریں تو جتنے وہ ادا کر سکتے ہوں، مثلاً: دس سیر گیارہوں تو وہ دس سیر گیارہوں اس کی دس نمازوں کے فدیہ

حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ

محمد اسحاق بھٹی

پیش نظر مضمون مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کی کتاب ”دبستان حدیث“ سے لیا گیا ہے۔ حافظ صاحب محدث نور پوری رحمہ اللہ کے یہ حالات بھٹی صاحب نے اگست ۲۰۰۷ء کو لکھے تھے تب حافظ صاحب رحمہ اللہ حیات تھے۔ اور اسی مناسبت سے بھٹی صاحب نے حال کے صیغوں میں تذکرہ فرمایا۔ شامل اشاعت مضمون میں ایسے مقامات پر حال کے صیغوں کو ماضی میں مناسب طریقے سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

پاگئیں۔ ان کے تین بھائی اور تھے، دو ان سے بڑے اور ایک چھوٹے۔ والد کا اسم گرامی عبدالحق تھا۔ والد نے عبدالمنان کو گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کرا دیا۔ سکول میں ان کے ایک استاد مولوی غلام رسول تھے جو بچوں کو بڑی توجہ اور محنت سے پڑھاتے تھے۔

نور پور کی جامع مسجد اہل حدیث کے خطیب اور بانی مولوی چراغ دین تھے جن سے حافظ عبدالمنان قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا کرتے تھے۔ پرائمری پاس کر چکے تو مولوی چراغ دین نے ان کے والد عبدالحق سے پوچھا کہ آپ بچے کو ہائی سکول میں داخل کرانا چاہتے ہیں یا نہیں؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر مولوی چراغ دین نے کہا کہ اگر آپ نہیں پڑھانا چاہتے تو یہ بچہ ہمیں دے دیں۔ اس کی تعلیم کا انتظام ہم کر لیں گے۔ چنانچہ انھوں نے عبدالمنان کو ان کے والد سے لیا اور گوجراں والا میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے (دارالعلوم) مدرسہ محمدیہ میں داخل کرا دیا۔ اس وقت حضرت مولانا سلفی کے علاوہ مدرسے میں تین استاد اور تھے اور وہ تھے مولانا عبداللہ گجراتی، مولانا عبدالحمید ہزاروی اور مولانا محمد وزیر پونچھی۔ یہ ۱۳۷۶ھ (۱۹۵۷ء) کی بات ہے۔

مولوی چراغ دین نور پوری نہایت عالی کردار عالم دین تھے۔ انھوں نے والدین کو ترغیب دلا کر بہت سے بچوں کو دینی تعلیم کے حصول کی راہ پر لگایا۔ حافظ عبدالمنان کا شمار بھی انھی

۲۳ اپریل ۲۰۰۱ء کو حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی رحمہ اللہ کے داماد جناب قاری سیف اللہ صاحب نے حافظ آباد کے قریب اپنے گاؤں جگاں والا میں وفات پائی۔ علمی لحاظ سے قاری صاحب مرحوم اپنے علاقے کی بااثر شخصیت تھے۔ حافظ آباد میں انھوں نے دینی تعلیم کا مدرسہ بھی قائم کیا ہے۔ ان کے جنازے میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ جس عالم دین نے جنازہ پڑھایا، ان کا حلیہ یہ تھا: قد میانہ، سرخی مائل گورا رنگ، ستواں چہرہ جس پر سنجیدگی کا غلبہ، تینکھی ناک، خاموش طبع، پوری داڑھی جس میں سفید بال زیادہ اور سیاہ کم، سر پر سفید عمامہ اور شلوار قمیص پہنے ہوئے۔ میں انھیں دیکھ کر نہایت متاثر ہوا۔ پوچھنے پر پتا چلا کہ ان کا اسم گرامی حافظ عبدالمنان نور پوری ہے۔ واقعی ان کے چہرے پر نور کی جھلکیاں تھیں جو اس گنہگار کو بھی اپنا جلوہ دکھا رہی تھیں۔ میں نے ان کا نام تو کئی دفعہ سنا تھا اور بہت سے اہل علم نے بہت اچھے الفاظ میں ان کا ذکر کیا تھا، لیکن افسوس ہے مجھے ان کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ آج پہلی دفعہ ان کو دیکھنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوا۔

اب حافظ عبدالمنان نور پوری کے وہ حالات ملاحظہ فرمائیے جو میرے علم میں آئے۔

حافظ صاحب ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء) کو نور پور چہل (ضلع گوجراں والا) میں پیدا ہوئے۔^(۱) سات سال کی عمر کو پہنچے تو والدہ وفات

(۱) حافظ صاحب رحمہ اللہ کا سن پیدائش ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۲ء) ہے جیسا کہ انھوں نے بقلم خود اپنے حالات بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا عبداللہ ثانی۔ باقی علمائے کرام کا درس قرآن کا انداز اپنا تھا۔

حافظ عبدالمنان صاحب کے زمانہ طالب علمی میں درس قرآن کے بعد مولانا محمد اسماعیل صاحب سے ایک طالب علم حاجی غلام نبی صاحب حدیث شریف کی ایک کتاب پڑھتے تھے۔ ان کے ساتھ حافظ صاحب نے بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ اس طرح انھوں نے جامع ترمذی، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک اور صحیح بخاری تک کتب احادیث مولانا ممدوح سے پڑھیں۔ صحیح بخاری کے درس میں مولانا محمد منشا حامد (خطیب جامع مسجد اہل حدیث فردوس الرحمن، گوجران والا) بھی ان کے ساتھ تھے۔

حافظ صاحب نے مولانا سے سند روایت کی درخواست کی تو مولانا نے فرمایا: آج تک نہ مجھ سے کسی نے سند روایت لی ہے اور نہ میں نے سند روایت طبع کرائی ہے۔ انھوں نے مولانا سے عرض کیا کہ قدیم محدثین امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ اور امام بخاری وغیرہ محدثین کی اسانید مطبوعہ نہیں تھیں، آپ ہمیں اپنے ہاتھ سے سند تحریر فرمادیں، ہم اسے خوش خط لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ آپ اس پر دستخط کر دیں اور مہر لگا دیں۔ چنانچہ حافظ صاحب نے بازار سے خوب صورت کاغذ لیا اور خوب صورت طریقے سے مولانا کی تحریر فرمودہ سند کے الفاظ اس پر لکھے اور ان دونوں (حافظ صاحب اور مولانا محمد منشا حامد) نے مولانا سے دستخط کروائے اور مہر لگوائے۔ مولانا کی عطا فرمودہ یہ سند حافظ صاحب کے پاس موجود ہے۔

حافظ صاحب ہمیشہ مصروف کار رہے، انھوں نے کبھی وقت ضائع نہیں کیا۔ ۱۳۷۸ھ (۱۹۵۹ء) میں رمضان المبارک کی سالانہ چھٹیاں ہوئیں تو اپنے گاؤں کے ایک خیاط (درزی) سے خیاطت (سلائی) کا کام (سیکھی)۔

حافظ صاحب کا خط (ہینڈ رائٹنگ) بہت اچھا ہے۔ انھوں نے یہ فن باقاعدہ تختی پر لکھ کر گوجران والا میں مولانا عبدالواحد اور پھر حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے فرمان کے مطابق حکیم عبدالحمید

خوش بخت بچوں میں ہوتا ہے جنھوں نے مولوی چراغ دین کی کوشش سے تحصیل علم کی۔

یہاں یہ بھی سنتے جائیے کہ حافظ عبدالمنان کا نام والدین نے پیدائش کے وقت خوشی محمد رکھا تھا۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اپنے استاد حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے نام پر ان کا نام عبدالمنان رکھا اور پھر اسی نام سے انھوں نے شہرت پائی اور اپنے عمل و علم سے اس نام کی لاج بھی رکھی۔

مدرسہ محمدیہ گوجران والا میں اس وقت چھ سال کا نصاب تعلیم تھا جو حافظ عبدالمنان نے وہیں مکمل کیا۔ حفظ قرآن اور تجوید کا نصاب اس کے علاوہ تھا، جس کی انھوں نے تکمیل کی۔ نماز فجر کے بعد حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کا درس قرآن کا سلسلہ جاری تھا، اس میں بھی حافظ صاحب باقاعدہ شریک ہوتے رہے۔

حافظ عبدالمنان نور پوری کے بقول مولانا سلفی کے درس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ عربی تفسیر جامع البیان اپنے سامنے رکھتے تھے جب کہ سامعین کے سامنے سادہ قرآن مجید ہوتے تھے۔ مولانا جامع البیان سے قرآن مجید کی چار پانچ آیات تلاوت کرتے۔ پھر ان کا اردو میں ترجمہ فرماتے۔ بعد ازاں پنجابی زبان میں ان کی تفسیر بیان کرتے۔ تفسیر میں بسا اوقات حالاتِ حاضرہ بھی معرض بیان میں آجاتے۔ مولانا سلفی کا درس قرآن کا انداز نہایت معلومات افزا اور حکیمانہ ہوتا تھا۔ مولانا کو قرآن مجید پر بہت استحضار تھا اور نہایت شوق اور اہتمام سے وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ بعض اوقات وہ نماز تراویح میں قرآن سنانے والے حافظ کو بھی لقمہ دیتے تھے اور وہ لقمہ بالکل صحیح ہوتا تھا۔

مولانا سلفی سے ملاقات کے لیے علمائے کرام کی آمد رفت رہتی تھی۔ بعض حضرات کو وہ اپنے ہاں رات کو بھی ٹھہرا لیا کرتے تھے اور ان سے نماز فجر کے بعد درس کے لیے بھی درخواست کرتے تھے۔ حافظ عبدالمنان نور پوری کے بقول ان حضرات میں سے دو بزرگ مولانا سلفی کی طرح جامع البیان سے درس قرآن دیتے تھے۔ وہ تھے

کے نام سے اپنا الگ دارالعلوم جاری کر لیا۔ اس میں حضرت حافظ محمد گوندلوی اور بعض دیگر حضرات کی خدمات بھی حاصل کر لی گئیں۔ اس دارالعلوم میں حافظ عبدالمنان نور پوری نے بھی داخلہ لے لیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ابتدائی درجوں کے طلباء کو حافظ صاحب ابتدائی کتابیں پڑھایا کریں گے اور خود حضرت حافظ صاحب گوندلوی سے صحیح بخاری پڑھیں گے۔ چنانچہ اس فیصلے کے مطابق عمل کا آغاز ہو گیا۔ اس دارالعلوم کی انتظامیہ کا نام ”اخوان اہل حدیث“ رکھا گیا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد ایک بزرگ حاجی غلام محمد رنگ والے نے دارالعلوم کے لیے جی ٹی روڈ پر ایک ایکڑ زمین دے دی اور وہاں چند کمرے تعمیر کر کے تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ اب دال بازار کی مسجد سے دارالعلوم وہاں چلا گیا اور اس کا نام ”دارالحدیث مدینۃ العلم“ کے بجائے حضرت حافظ صاحب گوندلوی کی تجویز سے ”جامعہ شرعیہ“ رکھا گیا۔ ۲۰ فروری ۱۹۶۸ کو حضرت مولانا محمد اسماعیل وفات پا گئے تو جامعہ شرعیہ کو مدرسہ محمدیہ میں مدغم کر دیا گیا اور اسے جامعہ شرعیہ کے بجائے ”جامعہ محمدیہ“ کہا جانے لگا، یعنی جامعہ شرعیہ ختم کر دیا گیا۔

فیصلہ کیا گیا کہ حفظ و تجوید اور ناظرہ قرآن کا شعبہ بہ دستور مدرسہ محمدیہ چوک نیائیں میں رہے گا اور درس نظامی کا شعبہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں چلا جائے گا۔ جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں اساتذہ تھے خود مولانا عبداللہ گجراتی، مولانا ابوالحسن جمعہ خاں ہزاروی، مولانا بشیر الرحمن نور پوری اور حافظ عبدالمنان نور پوری۔! مدرسہ محمدیہ چوک نیائیں کے اساتذہ تھے شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی، حافظ عبدالسلام بھٹوی اور مولانا حافظ محمد رفیق چھجھوی۔ کچھ عرصے کے بعد حافظ عبدالسلام بھٹوی نے استعفیٰ دے کر مدرسہ محمدیہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور مولانا جمعہ خاں ہزاروی وفات پا گئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب جامعہ شرعیہ کو جامعہ محمدیہ میں مدغم کیا گیا تھا۔ اس کے بعد جامعہ محمدیہ میں درس نظامی کے اور اساتذہ کا تقرر بھی کیا گیا، نیز حفظ و تجوید اور ناظرہ کے اساتذہ کا سلسلہ بھی یہی رہا کہ بعض آئے اور بعض گئے۔

صاحب سے سیکھا۔ یہ ۱۳۷۹ھ (۱۹۶۰) کی تعطیلات کے زمانے کی بات ہے۔ اس سے اگلے سال ۱۳۸۰ (۱۹۶۱) کی سالانہ تعطیلات کے دنوں میں حافظ عبدالمنان صاحب نے قاری محمد یونس پانی پتی کی خدمت میں جا کر ان سے قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی مشق کی۔ اس اثنا میں قاری صاحب ممدوح نے ان کو قرآن مجید کے دو پارے حفظ بھی کرائے۔

۱۳۸۱ (۱۹۶۲) کی تعطیلاتِ رمضان المبارک میں میاں چنوں کے مولانا محمد داؤد ارشد مرحوم نے اعلان کیا کہ ان کی مسجد میں طلباء کو تجوید قرآن پڑھانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ اعلان پڑھ کر حافظ عبدالمنان نور پوری میاں چنوں چلے گئے اور قاری ولی محمد سے تجوید کی کتاب جمال القرآن پڑھی۔ کچھ قواعد ان سے زبانی سنے، پھر قرآن مجید کی تلاوت کی مشق کی اور حروف تہجی کی ترتیب سے ایک جدول (نقشہ) تیار کیا۔ اس کے آخر میں عربی زبان میں ایک توضیحی نوٹ لکھا۔ موضع عبدالحکیم سے قاری تاج محمد امتحان کے لیے تشریف لائے تو قاری ولی محمد نے ان کو یہ جدول دکھایا۔ وہ بہت خوش ہوئے اور اس کے نیچے تقریظ لکھی اور اس پر مہر ثبت فرمائی۔

۱۳۸۲ھ (۱۹۶۳) کی سالانہ تعطیلات میں حافظ عبدالمنان جامعہ قدس (لاہور) میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے دورہ تفسیر میں شامل ہوئے اور قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں ان سے استفادہ کیا۔ اسی سال کے شعبان کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے صبح کے درس قرآن کے بعد سالانہ امتحان کے نتائج کا اعلان فرمایا تو گوجراں والا کی جماعت کے ایک بزرگ حاجی محمد یوسف بان سوتری والے نے کہا کہ امتحان میں اوّل آنے والے طالب علم کو وہ پچاس روپے انعام دیں گے۔ حافظ عبدالمنان صاحب امتحان میں اوّل آئے اور حاجی محمد یوسف صاحب نے مولانا محمد اسماعیل سلفی کی وساطت سے ان کو پچاس روپے انعام دیے۔

پھر حالات نے پلٹا دکھایا اور مولانا عبداللہ گجراتی نے جامع مسجد اہل حدیث (دال بازار، گوجراں والا) میں ”دارالحدیث مدینۃ العلم“

۱۰..... مولانا عبدالحمید گجراتی: ان سے حافظ صاحب نے جامع مسجد اہل حدیث (دال بازار) میں شرح جامی، قطبی، میر قطبی، سعدیہ، رشیدیہ اور ہدیہ سعدیہ کتابیں پڑھیں۔

۱۱..... مولانا غلام رسول گجراتی: ان سے علم صرف کی کتاب ”حاشیہ عبدالغفور“ پڑھی۔

۱۲..... قاری ولی محمد: ان سے مولانا محمد داود ارشد کی جامع مسجد اہل حدیث میاں چنوں میں تجوید کے موضوع کی کتاب جمال القرآن پڑھی۔ کچھ قواعد ربانی سنے اور تلاوت قرآن کی مشق کی۔

۱۳..... قاری محمد یونس پانی پتی: ان سے ان کے مدرسے کچے دروازے میں الفاظ قرآن کو صحیح طریقے سے پڑھنے کی مشق کی اور دو پارے حفظ کیے۔

۱۴..... مولانا عزیز الرحمن ایبٹ آبادی: جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں ان سے ”سلم العلوم“ اور جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں ”ہدایۃ الحکمة“ اور ”میبذی“ دو کتابیں پڑھیں۔

۱۵..... مولانا ابوالحسن جمعہ خان ہزاروی: ان سے جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں حافظ عبدالمنان نور پوری نے جو درسی کتابیں پڑھیں وہ یہ ہیں تفسیر بیضاوی، الفوز الکبیر، شمس بازغہ، صدرا، ملا حسن، حمد اللہ، مسلم الثبوت، توضیح تلوتج، تاریخ الادب العربی، محیط الدائرہ، تحریر اوقلیدس، شرح تہذیب از ملا جلال، حاشیہ میرزا ہد، خیالی، شرح مواقف، مطول، تصریح، شرح پھمینی وغیرہ۔

۱۶..... علامہ احسان الہی ظہیر: ان سے مسجد اہل حدیث دال بازار میں حافظ صاحب ممدوح نے تین کتابیں پڑھیں: رشیدیہ، دیوان حماسہ اور شرح عقائد۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ تینوں کتابیں پوری پڑھیں یا ان کے کچھ حصے پڑھے۔

۱۷..... مولانا عبداللہ امجد چھتوی: جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں ان سے دورۂ مناظرہ پڑھا۔

۱۸..... مولانا عبدالرحمن لکھوی: یہ بھی جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں حافظ صاحب کے استاد تھے۔ ان سے دو کتابیں پڑھیں: قاضی

ذیل میں شروع سے لے کر آخر تک حافظ عبدالمنان نور پوری کے تمام اساتذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس فہرست میں، جو پچیس حضرات پر مشتمل ہے، ان کے چھوٹے بڑے تمام استاد شامل ہیں۔ ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

①..... مولوی چراغ دین نور پوری: یہ حافظ عبدالمنان نور پوری کے ابتدائی دور کے نہایت شفیق استاد تھے۔ ان سے وہ اپنے گاؤں کی مسجد میں قرآن مجید با ترجمہ پڑھتے رہے۔ ان کے اندازِ تربیت سے حافظ صاحب ممدوح بہت متاثر ہیں۔

②..... مولوی غلام رسول ساکن پھلوکی: ان سے انھوں نے نور پور کے پرائمری سکول میں نصاب کے مطابق ”ہمارا حساب“ کتاب پڑھی۔

③..... ماسٹر نذیر احمد: یہ بھی ان کے پرائمری سکول کے استاد تھے۔

④..... ماسٹر عبدالمنان راز: ان سے جامع مسجد اہل حدیث (دال بازار) میں چھٹی جماعت کی انگریزی کی کتاب پڑھی۔

⑤..... حکیم نذیر احمد جنڈیالوی: گوجراں والا کے تھانے والے بازار میں ان کا مطب تھا۔ حافظ صاحب نے ان سے طب کی کتاب ”شرح اسباب“ پڑھی۔

⑥..... حکیم عبدالحمید: یہ ہمارے نہایت مہربان بزرگ تھے اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے چچا زاد بھائی تھے۔ چوک نیائیں کی اونچی مسجد کی ایک دکان میں ان کا مطب تھا۔ حافظ صاحب ان سے خوش خطی سیکھتے رہے۔

⑦..... مولوی عبدالواحد: یہ بمبایں والی کے رہنے والے تھے اور کاتب تھے۔ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کی دکانوں میں ان کی ایک دکان تھی۔ حافظ صاحب نے ان سے کچھ عرصہ کتابت کافن سیکھا۔

⑧..... غلام محمد درزی: یہ نور پور کے رہنے والے تھے۔ حافظ صاحب نے ان سے اپنے گاؤں میں سلائی کا کام سیکھا۔

⑨..... خواجہ حافظ محمد قاسم: حافظ عبدالمنان نور پوری نے مدرسہ محمدیہ چوک نیائیں میں ان سے ”القراءۃ الرشیدۃ“ کا تیسرا حصہ پڑھا۔

مبارک اور خلاصۃ الحساب۔

۱۹..... مولانا محمد وزیر پونچھی: یہ مدرسہ محمدیہ چوک نیاں میں پڑھاتے تھے اور حافظ صاحب کے زمانہ طالب علمی کے ابتدائی عہد کے استاذ تھے۔ ان سے یہ کتابیں پڑھیں: سنن ابن ماجہ، چھٹی جماعت کی کتاب فارسی، عربی کا معلم، نحو میر، میزان الصرف، صرف بہائی، نخبۃ الاحادیث اور درجات الادب۔

۲۰..... شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی: جامعہ محمدیہ چوک نیاں میں ان کے سامنے جن کتابوں کے لیے حافظ صاحب نے زانوئے شاگردی نہ کیا۔ ان میں حدیث، فقہ، صرف ونحو، منطق، ادب عربی اور فارسی وغیرہ علوم کی متعدد کتابیں شامل ہیں، جن کے نام یہ ہیں: گلستاں، بوستاں، فضول اکبری، شافیہ، مراح الارواح، علم الصیغہ، ہدایۃ النحو، کافیہ، الفیہ ابن مالک، شرح ابن عقیل، شرح نخبہ، مقدمہ ابن الصلاح، مجموعہ منطق، مرقاۃ، شرح تہذیب، قطبی، سنن نسائی، جامع ترمذی، سنن ابی داود، موطا امام مالک، صحیح مسلم، صحیح بخاری، نور الایضاح، قدوری، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ہدایہ، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، القراءۃ الرشیدہ (اول، دوم، چہارم)، فتح البین، سبعہ معلقہ، دیوان الحماہ، کلیدہ دمنہ، مقامات حریری، دیوان منبتی، اصول شاشی، نور الانوار، حسامی وغیرہ۔ حافظ عبدالمنان نورپوری نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی سے بہت استفادہ کیا اور بے شبہ مولانا ہزاروی تفسیر، حدیث اور دیگر علوم متداولہ میں مہارت رکھتے ہیں اور ان کے وسعت پذیر حلقہ تدریس سے بے شمار علماء و طلباء نے حصول فیض کیا۔ ان شاء اللہ کسی مجموعے میں ان پر مستقل مضمون لکھا جائے گا۔

۲۱..... مولانا عبداللہ گجراتی: ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیاں میں ابواب الصرف، بلوغ المرام، مشکوٰۃ شریف اور تفسیر جامع البیان پڑھیں۔ دال بازار کی مسجد میں ان سے ہدایۃ المجتہد اور سراجی دو کتابیں پڑھیں۔

۲۲..... حافظ عبداللہ بڈھیالوی: ان سے جامع مسجد اہل حدیث،

کورٹ روڈ، کراچی میں دورہ تفسیر پڑھا اور سند اجازہ حاصل کی۔

۲۳..... مولانا حافظ عبداللہ روپڑی: ان سے جامع مسجد قدس (لاہور) میں دورہ تفسیر پڑھا اور اس کی سند لی۔

۲۴..... مولانا محمد اسماعیل سلفی: ان سے حافظ عبدالمنان نورپوری نے مدرسہ محمدیہ چوک نیاں میں حصول فیض کیا۔ چھ سال ان کی خدمت میں رہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی اور موطا امام مالک ان سے پڑھیں۔ نماز فجر کے بعد بالالتزام ان کا درس قرآن سنتے رہے۔ اردو سے عربی ترجمہ کر کے بھی انھیں دکھاتے اور ان سے اصلاح لیتے رہے۔ ان سے انھوں نے سند روایت حاصل کی۔ مولانا سلفی جلیل القدر عالم، بہت بڑے مقرر اور مشہور مدرس تھے۔ ان سے فیض پانے والوں کا حلقہ بے حد وسیع ہے۔ حضرت مولانا سے متعلق اس فقیر نے اپنی کتاب ”نقوش عظمت رفتہ“ میں طویل مضمون لکھا ہے۔ ان شاء اللہ ان کے تفصیلی حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی جائے گی۔

۲۵..... حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی: مسجد اہل حدیث دال بازار (گوجران والا) میں حافظ عبدالمنان نے حضرت حافظ صاحب سے تحفۃ الاخوان پڑھی اور جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ، گوجران والا) میں قرآن مجید کی تفسیر اور دو دفعہ صحیح بخاری پڑھی۔

حافظ عبدالمنان نورپوری نے ابتدائے طالب علمی سے لے کر انتہائی کتابوں تک تعداد کے اعتبار سے پچیس اساتذہ سے استفادہ کیا۔ ان میں سے کسی سے کسی موضوع کی کتابیں پڑھیں، کسی سے کسی موضوع کی۔ پھر کسی سے زیادہ کتابیں پڑھنے کا موقع ملا، کسی سے کم۔ کسی سے کسی کتاب کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا، بعض کام سیکھے۔ لیکن انھیں اساتذہ کی جماعت میں شمار کیا۔ یہ ان کی اخلاقی برتری کی علامت ہے۔ حافظ صاحب اپنے چھوٹے بڑے تمام اساتذہ کا ذکر بے حد احترام سے کرتے ہیں۔ اساتذہ کے علاوہ دیگر علمائے کرام کے نام بھی بڑی تکریم سے لیتے ہیں۔ وہ تمام مسالک فقہ کے اہل علم کا تذکرہ احترام کے لہجے میں کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑی خوبی ہے جو

کے جواب دیے جو ”احکام و مسائل“ کے نام سے دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔ ان جلدوں میں عقائد و ایمانیات سے لے کر ہر قسم کے مسائل خوب صورت انداز میں مندرج ہیں۔ ان دونوں جلدوں کو قرآنی احکام، رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور فقہی نکات کا دلاویز مرقع قرار دینا چاہیے۔ اس میں قاری کو مختلف قسم کے استفسارات کے مدلل جواب ملیں گے۔ احکام و مسائل کی پہلی جلد ۶۳۲ صفحات اور دوسری جلد ۸۶۴ صفحات پر محیط ہے۔ یہ دونوں جلدیں کتاب و سنت کی اشاعت کے عظیم ادارے المکتبۃ الکریمیہ (۶۔ عظیم مینشن، نزد کشمی چوک، رائل پارک، لاہور) نے نہایت اہتمام سے شائع کی ہیں۔ ان کی جمع و ترتیب کا فریضہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجراں والا کے فاضل استاذ مولانا محمد مالک بھنڈر نے انجام دیا ہے۔

کتاب ”احکام و مسائل“ کی جلد اول میں ۱۹۸۵ء سے ۲۰۰۰ء تک کے خطوط کے جواب معرض اشاعت میں آئے ہیں اور جلد دوم میں ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۴ء تک کے جواب شائع کیے گئے ہیں۔ ۲۰۰۴ء سے بعد کے جوابات کی جمع و ترتیب کا کام مولانا محمد مالک بھنڈر بڑی محنت سے کر رہے ہیں۔ المکتبۃ الکریمیہ نے اسے شائع کر کے اصحاب علم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

⑤..... مرآة البخاری: ہر سال صحیح بخاری شروع کرنے سے قبل حافظ عبدالمنان علم حدیث اور امام بخاری اور ان کی کتاب صحیح بخاری سے متعلق طلباء کو بعض ضروری اور اہم معلومات املا کرتے تھے۔ ”مرآة البخاری“ انہی معلومات پر مشتمل ہے جسے حافظ صاحب کے لائق شاگرد مولانا محمد یونس عتیق نے ایڈٹ کر کے حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ ۲۴۰ صفحات کی یہ کتاب پہلی دفعہ ۱۹۹۹ء میں مولانا محمد طیب محمدی کی کوششوں سے شائع ہوئی۔

⑥..... زبدۃ المقترح فی علم المصطلح: یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس میں اصول حدیث اور حجیت حدیث پر بحث کی گئی ہے۔ نیز منکرین حدیث کے شبہات کا ازالہ کرنے کی سعی فرمائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ودیعت فرمائی ہے۔ ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ تھا اور اسی پر عمل ہونا چاہیے۔

اب آئندہ سطور میں حافظ صاحب کی تصنیفی اور تحریری خدمات پر ایک نظر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

①..... ارشاد القاری الی نقد فیض الباری: حضرت حافظ محمد گوندلوی نے مولانا انور شاہ کاشمیری کی ”فیض الباری“ پر تنقیدی نوٹ لکھے تھے جنہیں حافظ عبدالمنان نور پوری نے جمع کیا اور ان پر مفید اضافے کیے۔ کتاب العلم کے ”باب من اجاب الفتيا باشارة الید“ تک کام مکمل کر کے حضرت حافظ صاحب گوندلوی کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے اس کی تحسین فرمائی اور بعض مقامات کی تصحیح کی۔ اور لکھا:

”وإن تم کان مفیداً للطلبة، وأرجوا أن یوفقه اللہ تعالیٰ للإتمام۔“

محمد الکوندلوی۔ ۱۴۰۱/۵/۶

چنانچہ حافظ عبدالمنان صاحب نے اس کام کو جاری رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک اس کی تین ضخیم جلدیں چھپ چکی ہیں۔ ہر نقد کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

☆..... قال: یہ مولانا انور شاہ کاشمیری کی فیض الباری کا اقتباس ہے۔

☆..... أقول: اس کے قائل حضرت حافظ گوندلوی ہیں۔

☆..... یقول: یہ حافظ عبدالمنان صاحب کے زوائد ہیں۔

☆..... بعض الناس: اس سے گوجراں والا کے کچھ لوگ مراد ہیں۔

یہ حضرت حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ کی اس موضوع سے متعلق نہایت اہم کتاب ہوگی اور اس کے مرتب حافظ عبدالمنان نور پوری کی بہت بڑی علمی کاوش۔

②..... احکام و مسائل: مختلف مقامات کے لوگ بذریعہ خطوط حافظ عبدالمنان صاحب سے شرعی نوعیت کے مسائل پوچھتے ہیں۔ حافظ صاحب ہر سائل کو کتاب و سنت کی روشنی میں جواب دیتے ہیں۔ اس طرح انھوں نے اب تک لوگوں کے سیکڑوں سوالات

اسے ادارہ تحقیقات سلفیہ، گوجراں والا نے شائع کیا۔

⑤..... فصل الخطاب فی تفسیر فاتحہ الکتاب: حافظ صاحب ۱۹۹۸ء

سے نماز فجر کے بعد درس قرآن دے رہے ہیں۔ یہ کتاب انھی دروس پر مشتمل ہے جو سورۃ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ ۲۴۰ صفحات کی یہ تفسیر پہلی دفعہ ۱۴۲۲ھ میں مولانا محمد طیب محمدی نے شائع کی۔

⑥..... زبدۃ التفسیر لوجہ التفسیر: یہ کتاب اصول تفسیر کے مباحث پر

مشتمل ہے اور عربی زبان میں ہے۔ ادارہ تحقیقات سلفیہ، گوجراں والا کی طرف سے ۲۰۰۴ء (۱۴۲۴ھ) میں اشاعت پذیر ہوئی۔

⑦..... خطبات نور پوری: یہ مسائل جنازہ سے متعلق حافظ صاحب

کے چالیس خطبات کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں اس موضوع کی وہ تفصیلات آگئی ہیں جو کتاب و سنت میں مذکور ہیں۔ نیز اس سلسلے میں جن رسوم و بدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، ان کی تردید فرمائی ہے۔ ۳۲۰ صفحات کے یہ خطبات دارالحسنی، گوجراں والا کی طرف سے شائع کیے گئے ہیں۔

⑧..... نخبۃ الاصول تلخیص ارشاد الفول: یہ کتاب علامہ محمد بن علی

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی اصول فقہ سے متعلق مبسوط تصنیف ”ارشاد الفحول إلی علم الأصول“ کی تلخیص ہے۔

⑨..... کیا مرزا قادیانی نبی ہے؟: یہ ایک تحریری مباحثہ ہے جو حافظ

عبدالمنان صاحب نور پوری اور گوجراں والا کے ایک مرزائی محمد اعظم کے درمیان ہوا تھا۔ تین تین تحریروں کے بعد مرزائی مناظر

نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور حافظ صاحب کامیاب رہے تھے۔ یہ ۱۴۰۳ھ کی بات ہے۔ مکتبہ محمدیہ، گوجراں والا نے اسے

۱۴۰۶ھ میں کتابی صورت میں شائع کیا۔

⑩..... نماز میں ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کی کیفیت: اس رسالے میں

نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کی تردید کی گئی ہے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ تمام دلائل صحیح احادیث سے

دیے گئے ہیں۔

⑪..... مسئلہ رفع الیدین: یہ دراصل تحریری بحث ہے جو حافظ

عبدالمنان نور پوری اور قاری جمیل احمد صاحب حنفی کے درمیان ہوئی۔ جانبین سے کئی تحریروں کا تبادلہ ہوا۔ اسے کتابی شکل میں

نوردین خادم نے مدینہ کتاب گھر، اردو بازار، گوجراں والا سے ۱۴۰۸ھ میں شائع کرایا۔ صفحات ۲۱۴۔

⑫..... غنچہ نماز: نماز سے متعلق جیبی سائز کا کتابچہ۔

⑬..... نماز مترجم: یہ بھی جیبی سائز کا کتابچہ ہے۔

⑭..... مرآۃ التفسیر: یہ حافظ صاحب کے ان افادات کا مجموعہ ہے جو

وہ ہر سال قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنے سے قبل ارشاد فرماتے تھے۔ اسے حافظ صاحب کے شاگرد مولانا محمد عظیم حاصل پوری

نے ایڈٹ کیا۔ ۱۲۵ صفحات کا یہ رسالہ مکتبہ نعمانیہ، گوجراں والا کی طرف سے شائع ہوا۔ اپنے موضوع کا بہت اچھا رسالہ ہے۔

⑮..... حقیقت تقلید: یہ ایک تحریری مباحثہ ہے۔ پہلی دفعہ اسے کتابی

صورت میں جمعیت شبان اہل حدیث، گھر جاکھ (گوجراں والا) نے شائع کیا تھا۔

⑯..... کیا تقلید واجب ہے؟: یہ بھی ایک تحریری مباحثہ ہے جو حافظ

عبدالمنان نور پوری اور حنفی عالم قاضی شمس الدین صاحب کے درمیان ہوا۔ فریقین کے درمیان پانچ پانچ تحریروں کا تبادلہ ہوا۔

حافظ صاحب نے آخری تحریر ۱۳/زیقعدہ ۱۴۰۱ھ کو اپنے مد مقابل قاضی صاحب کو بھجوائی جس کا ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں

آیا۔

⑰..... ردّ تقلید: یہ ایک حنفی عالم مولانا مفتی عبدالرشید صاحب کے

فتوائے تقلید کی تردید میں ہے۔

⑱..... تعداد تراویح: ایک حنفی عالم مفتی غلام سرور گجراتی نے رسالہ

بنام ”میں رکعت تراویح کا شرعی ثبوت“ لکھا تھا۔ حافظ عبدالمنان نور پوری نے اس کے جواب میں ”تعداد تراویح“ کے نام سے

کتاب لکھی۔ اس پر حافظ عبدالسلام بھٹوی نے بائیس صفحات کا مقدمہ لکھا۔ ۲۰۸ صفحات کی یہ کتاب ۱۴۰۷ھ میں چھپی۔

۱۹..... تحقیق التراوح: یہ اس موضوع پر ایک تحریری مناظرہ ہے جو حافظ عبدالمنان اور دیوبندی عالم قاضی عصمت اللہ کے درمیان ہوا۔ حافظ صاحب نے بہ دلائل ثابت کیا ہے کہ تراویح میں رکعت نہیں بلکہ آٹھ رکعت ہیں۔

۲۰..... بیع التقیط: یہ ایک عربی مضمون ہے جو اسلام آباد کے عربی مجلے ”نداء الاسلام“ میں چھپا تھا۔ اس مضمون میں قسطوں کی بیع کی شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے۔

۲۱..... حج و عمرہ: ۱۰۶ صفحات کی اس کتاب میں حج اور عمرے کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

۲۲..... داڑھی: اس رسالے میں داڑھی رکھنے کے دلائل دیے گئے ہیں اور کٹوانے کو دلائل کی رو سے غلط قرار دیا گیا ہے۔

۲۳..... آئمہ اربعہ: یہ ایک رسالہ ہے جس میں آئمہ اربعہ کے حالات، خدمات اور عقائد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نیز تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کسی امام نے اپنی تقلید کا حکم نہیں دیا بلکہ انھوں نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے۔

۲۴..... اتفاق امت: اس مختصر رسالے میں افتراق امت کے اسباب بیان کیے گئے ہیں اور اس کے اتفاق و اتحاد کا طریقہ اور اس کے فوائد و ثمرات کو قرآن و سنت کی روشنی میں ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔

۲۵..... ضعیف روایات: یہ صرف چالیس صفحات کا رسالہ ہے، جس میں ضعیف روایات کی پرکھ کا طریقہ، ان کا حکم، حجت حدیث اور کتابت حدیث پر مختصر بحث کی گئی ہے۔ نیز دلائل کی رو سے ثابت کیا گیا ہے کہ ضعیف روایات فضائل اعمال میں بھی مقبول نہیں۔

۲۶..... نکاح میں ولی کی حیثیت: اس رسالے میں حافظ صاحب نے نکاح کے موقع پر ولی کی حیثیت کو قرآن و سنت کے دلائل سے واضح کیا ہے۔

۲۷..... سود کی حرمت: یہ رسالہ چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں سود کے بارے میں آیات قرآنی، حصہ دوم میں احادیث مبارکہ، حصہ سوم میں سود کی اقسام اور ان کی حرمت اور حصہ

چہارم میں مجوزین سود کے دلائل کا رد کیا گیا ہے۔

۲۸..... مسائل قربانی: اس رسالے میں قربانی کی فضیلت، اس کی شرعی حیثیت اور جانور کی کیفیت و شرکت کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

۲۹..... تعداد رکعات: اس میں نماز کی فضیلت و اہمیت اور فرض نمازوں کی رکعات کی تعداد (سنن و نوافل سمیت) احادیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔

۳۰..... ایمان کی حقیقت: اس کتابچے میں ایمان کی شرعی و لغوی وضاحت، ایمان کی شرائط اور مومنین کی علامتیں قرآن و سنت کی روشنی میں ذکر کی گئی ہیں۔

۳۱..... اطاعت رسول: اس میں لفظ رسول کی وضاحت، نبی و رسول کے درمیان فرق اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم قرآن و حدیث کی روشنی میں مرقوم ہے۔

۳۲..... شادی: یہ صرف چھبیس صفحات کا کتابچہ ہے۔ اس میں قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ شادی کے مروجہ رسوم و رواج کی تردید کی گئی ہے۔

۳۳..... ازدواجی زندگی: اس میں ازدواجی زندگی کی اہمیت اور مجردین کی تردید شریعت کی روشنی میں کی گئی ہے۔

۳۴..... قرآن و سنت کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟: یہ رسالہ ایک شخص کے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ موضوع کا نام سے پتا چل جاتا ہے۔

۳۵..... قسطوں کی بیع: یہ حافظ صاحب کے عربی مضمون ”بیع التقیط“ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں قسطوں کی بیع کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا رد فرمایا گیا ہے۔

۳۶..... عقیقہ: یہ بیس صفحات کا کتابچہ ہے جس میں لفظ ”عقیقہ“ کے لغوی معنی، تحنیک کا طریقہ، نومولود کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ، بچے کا نام رکھنے، کان میں اذان دینے، عقیقہ کی فرضیت، عقیقہ کے جانور، عقیقہ کی تاریخ، وقت اور دیگر مسائل کو

شریعت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۷..... خطبہ (منگنی): اس کتابچے میں حافظ صاحب نے منگنی کی تاریخی اور شرعی حیثیت بیان فرمائی ہے اور اس سلسلے کے رسوم و رواج کی تردید کی ہے۔

۳۸..... حجیت حدیث: اس میں منکرین حدیث کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

۳۹..... ختم نبوت: یہ محدث العصر حضرت حافظ محمد گوندلوی کی اردو تصنیف ہے۔ اس میں مسئلہ ختم نبوت کی تشریح کی گئی ہے اور قادیانیوں کے اجراء نبوت کے خود ساختہ نظریے کی بہ دلائل تردید فرمائی گئی ہے۔ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حافظ عبدالمنان نورپوری نے اسے عربی میں منتقل کر دیا ہے۔

۴۰..... اثبات التوحید: حضرت حافظ صاحب گوندلوی نے کسی زمانے میں پادری عبدالحق کی کتاب ”التوحید فی التثلیث“ کی تردید میں ”اثبات التوحید فی إبطال التثلیث“ کے نام سے کتاب لکھی تھی۔ حافظ عبدالمنان نورپوری نے حضرت حافظ صاحب گوندلوی کی اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کر دیا ہے۔

۴۱..... اسلام کی دوسری کتاب: حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب عقائد سے تعلق رکھتی ہے۔ حافظ عبدالمنان نورپوری نے اس کی افادیت کے پیش نظر اسے بھی عربی کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔

۴۲..... سفر نورستان: ۱۴۰۴ھ میں حافظ عبدالمنان نے افغانستان کے علاقے نورستان کا سفر کیا۔ مولانا ذکی الرحمان لکھوی اور حکیم محمد اشفاق نورپوری بھی ان کے ہم سفر تھے۔ اس سفر کی روداد حافظ صاحب ممدوح نے ”سفر نورستان“ میں بیان کی ہے۔

اللہ کے فضل سے حافظ عبدالمنان کی اولاد دو بیٹے ہیں اور سات بیٹیاں۔ ان کا ایک بیٹا جس کا نام عبدالرحمن تھا بچپن میں وفات پا گیا

تھا۔ دوسرا بیٹا ۱۹۷۷ء میں پیدا ہوا تو اس کا نام پہلے بیٹے کے نام پر ”ثانی“ کا لاحقہ لگا کر عبدالرحمن ثانی رکھا گیا۔

اب وہ ماشاء اللہ مولانا حافظ عبدالرحمن ثانی ہیں۔ انھوں نے جلیل القدر علمائے کرام سے تعلیم حاصل کی اور ۱۹۹۴ء میں سند فراغت لی۔ آج کل مرکز طیبہ مرید کے میں فریضہ تدریس سرانجام دے رہے ہیں۔ دوسرے بیٹے کا نام محمد عبداللہ ہے۔ انھوں نے اپنے مسکن سرفراز کالونی، گوجراں والا کی جامع مسجد قدس اہل حدیث (المعروف حافظ عبدالمنان والی مسجد) میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی، بعد ازاں درس نظامی کی تکمیل کے لیے جامعہ اسلامیہ سلفیہ (المعروف بہ مسجد مکرم، ماڈل ٹاؤن، گوجراں والا) میں داخل ہو گئے، اور اب سال چہارم کے طالب علم ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی اولاد (ذکور و اثبات) کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور یہ لوگ باپ کی طرح اللہ کے دین کے مخلص ترین خادم اور نیک نام و خوش خصال ہوں۔ آمین یا رب العالمین۔

اب حافظ صاحب کے تلامذہ کی طرف آئیے۔

ان کو تعداد کی گرفت میں لانا مشکل ہے۔ ان کے ایک شاگرد حکیم رانا محمد مدثر خاں (ساکن چک نمبر ۴۸۵ گ ب تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد) ہیں۔ نہایت شریف النفس اور امور خیر کے لیے سرگرم۔ مجھے حافظ صاحب کے واقعات حیات سے مطلع کرنے کا اصل ذریعہ وہی ہیں اور میں اس پر ان کا شکر گزار ہوں۔ ان کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ ایک رجسٹر دیکھا تھا جس میں ان حضرات کے نام درج ہیں جنھوں نے حافظ صاحب سے تفسیر، حدیث اور بعض دیگر علوم پڑھے۔ ۶۸ صفحات کے اس رجسٹر میں بارہ سو پچاس اشخاص کے نام درج ہیں۔ لیکن حکیم محمد مدثر خاں کے بقول اس تعداد کو حتمی نہیں قرار دیا جاسکتا۔^(۱) وہ کہتے ہیں کہ اس رجسٹر کے مطالعے سے مترشح ہوتا ہے کہ حافظ صاحب سے استفادہ کرنے یا اجازہ لینے والوں کا تعلق

(۱) غالباً اس رجسٹر میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف ان اشخاص کا نام درج کرتے تھے جنھیں سند اجازہ مرحمت فرماتے، اور یہ بعد کی بات ہے، پہلے ایسا کوئی اہتمام نہ تھا، واللہ اعلم

سعودی عرب، مصر، فلسطین، افغانستان، ایران، بنگلہ دیش، سری لنکا، شام، بحرین، الجزائر، ملائیشیا، تھائی لینڈ اور آزاد کشمیر سے بھی ہے۔

حافظ صاحب کے شاگردوں کی جو مختصر سی فہرست میرے سامنے ہے، اس میں موجودہ دور کے ان متعدد حضرات کے نام درج ہیں جنہوں نے تدریس و تصنیف اور تقریر و خطابت کے شعبوں میں بڑا نام پایا۔ ان میں سے بعض وفات پا گئے ہیں۔ میں اس وسیع فہرست میں سے یہاں چند نام لکھتا ہوں۔ مختصر الفاظ میں ان کا تعارف بھی کرانا چاہیے لیکن معذرت خواہ ہوں کہ ان سطور میں اس کی گنجائش نہیں۔ یہ خدمت حافظ صاحب کے کسی سوانح نگار کو سرانجام دینی چاہیے۔ بہر حال حافظ صاحب کے لائق شاگردوں میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

حافظ خالد مرجالوی (مرکز الترویج الاسلامیہ، فیصل آباد)

مفتی عبدالرحمن عابد (مدرسہ الدعوة الاسلامیہ)

مولانا محمد مالک بھنڈر (جامعہ محمدیہ گوجراں والا)

حافظ محمد شریف (بانی مرکز الترویج الاسلامیہ، فیصل آباد)

حافظ جمیل احمد (مدرس جامعہ الدعوة الاسلامیہ)

قاری گل ولی خاں (مدرس جامعہ سلفیہ، اسلام آباد)

مولانا محمد طیب محمدی

قاری عبدالصمد سیف بلوچ (خطیب جامع مسجد الکریمیہ، گوجراں والا)

مولانا محمد عظیم حاصل پوری

حافظ محمد لقمان نور پوری (مدرس جامع مسجد شفیق اہل حدیث،

سرفراز کالونی، گوجراں والا)

ڈاکٹر فضل الہی (برادرِ صغیر علامہ احسان الہی ظہیر۔ آج کل بین

الاقوام اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں پروفیسر ہیں۔)

حافظ ڈاکٹر عبدالحمید ازہر (اسلام آباد)

مولانا حافظ زبیر علی زئی (مصنف کتب کثیرہ و ایڈیٹر ماہنامہ

”الحدیث“، حضور، ضلع انک)

حافظ محمد امین (شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام، اوڈاں والا)

مولانا محمد رمضان سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ، ماڈل ٹاؤن، لاہور)
حافظ ثناء اللہ زاہدی (صادق آباد، ضلع رحیم یار خاں)
مولانا خاور رشید بٹ (مدرس دارالعلوم محمدیہ، لکھنؤ، لاہور)
مولانا محمد بشیر الطیب نزیل کویت۔

حافظ فاروق الرحمن یزدانی۔ (بہت سی کتابوں کے مصنف و نائب مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد۔ مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد)
اب حافظ عبدالمنان نور پوری کے چند مرحوم تلامذہ کرام کے اسمائے گرامی بہ ترتیب تاریخ ہائے وفات۔

☆..... مولانا حبیب الرحمن یزدانی۔ شہادت ۲۳۔ مارچ ۱۹۸۷ء

☆..... قاری نعیم الحق نعیم۔ سابق ایڈیٹر وقت روزہ الاعتصام۔ وفات

۳۰ جنوری ۱۹۹۹ء

☆..... علامہ محمد مدنی (مہتمم جامعہ اثیریہ جہلم۔ وفات ۱۸ فروری ۲۰۰۲ء)

شاگردوں کے ان چند اسمائے گرامی کے بعد آخر میں جناب

حافظ عبدالمنان نور پوری کے بارے میں چند باتیں۔

حافظ صاحب کے شاگرد رشید جناب حکیم رانا محمد مدثر خاں صاحب

کے بقول حافظ صاحب عربی کے شاعر بھی ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ انھوں

نے حافظ صاحب کے دو قصیدے دیکھے ہیں۔ ایک حضرت محدث حافظ

محمد گوندلوی کی مدح میں اور دوسرا مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی مدح

میں۔ یہ دونوں قصیدے مجلہ ”الرباط“ میں چھپے ہیں۔

انھی رانا محمد مدثر خاں کا بیان ہے کہ بعض فنون کی کتابوں کے

متن حافظ صاحب نے حفظ کیے تھے، مثلاً علم میراث کی ”الطیب

المرام“ کا متن انھیں زبانی یاد تھا۔ اسی طرح فن مناظرہ کی کتاب

رشیدیہ کا متن ”شریعیہ“، اصول حدیث کی ”نخبۃ الفکر“ کا متن اور شاہ

اسماعیل شہید دہلوی کے رسالہ ”اصول الفقہ“ کا متن بھی انھیں حفظ

ہے۔ صرف ونحو اور بعض ادبی کتابوں کے متون بھی کسی زمانے میں

انھوں نے باقاعدہ حفظ کیے تھے۔ نبی ﷺ کی بہت سی احادیث

انھیں از بر تھیں۔

(باقی صفحہ نمبر ۳۱ پر)

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسخوں کا آنا ضروری ہے

والا ہمیں کوئی دوسرا مذہب نظر نہیں آئے گا۔

یہ مختصر کتابچہ محترم مؤلف نے قرآن و سنت کی تعلیمات سے اخذ و ترتیب کے بعد مرتب فرمادیا ہے۔

اس میں حیثیت نسواں، تخلیق عورت، بیویوں کے حقوق، عورت بحیثیت ماں، عورت بحیثیت بیٹی، عورت بحیثیت بیوی، نکاح و طلاق، مہر، شادی و بیاہ اور اس کے اندر غلط رائج رواج و رسوم کا رد و غیر ہم جیسے عنوانات کی تشریح و تفسیر بیان کی گئی ہے۔

کمپیوٹر کمپوزنگ، کارڈ کور استعمال کیا گیا ہے۔



بقیہ: حافظ عبدالمنان نور پوری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِ

حافظ صاحب نے نام و نمود سے پاک بالکل سادہ زندگی بسر کی، نہ کسی سے کوئی جھگڑا، نہ کسی قسم کی ہنگامہ آرائی کا شوق۔ تمام وقت پڑھنے پڑھانے اور لکھنے لکھانے میں گزرتا۔ عام جلسوں میں جانے سے گریزاں اور بڑے بڑے القاب سے نفور۔ ان کی تصانیف کو علوم کے خزانے اور مسائل کے گنجینے سے تعبیر کرنا چاہیے۔ اسلوب تحریر ایسا آسان کہ ہر بات ہر شخص کو بہ آسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔

ہم عاجز بندوں کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے دین کی خدمت کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرے۔



قرآن و سنت کی روشنی میں حیثیت نسواں

مؤلف: مولانا فضل الرحمن ازہری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِ

ضخامت: ۹۶ صفحات

قیمت: ۵۰ روپے

ناشر: انیب الرحمن، ریز مشینری نشتر روڈ، لاہور

ملنے کا پتا: دارالکتب السلفیہ، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور

زیر تبصرہ کتابچے میں، جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام میں عورت کا مقام کیا ہے اور اسلام نے جو مقام اسے دیا ہے وہ گزشتہ تمام ادیان سے بلند و بالا ہے۔

علمائے کرام اور مفسرین عظام نے عورت کی عظمت و بلندی کو اسلامی تعلیمات کے ذریعے روشناس کرایا اور اللہ اور اس کے سچے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے عورت کے بارے ہم مسلمانوں کو تعلیم دی اور اسے جو توقیر و عظمت عطا فرمائی وہ تا قیام قیامت قائم و دائم رہنے والی ہے۔

عورت کو تین درجات حاصل ہیں: وہ ایک قابل فخر ماں بھی ہوتی ہے، ایک تعاون کرنے والی بیوی کی حیثیت سے انسان کی زندگی میں بھی داخل ہوتی ہے اور پھر انسان کو اللہ تعالیٰ بیٹی کے روپ میں بھی اسے عطا کرتا ہے۔ ماں، بہن اور بیٹی کے درجات الگ الگ ہیں۔ اسلام نے اس کے ہر درجے کی حیثیت کو الگ الگ طور سے واضح فرما دیا ہے۔ لیکن باطل اقوام میں عورت کی جو تذلیل ہوا کرتی ہے، اسے بھی مد نظر رکھا جائے تو اسلام سب سے بڑھ کر عورت کی تعظیم کرنے

دارالحدیث الکمالیہ راجوال

بانی و سرپرست
جناب شیخ الحدیث
مولانا محمد اویف

معیاری دینی و دنیاوی تعلیم پیش کرنے والا منفرد ادارہ

داخلہ 10 مارچ 2012ء

کلاس نهم 2011 میں بہترین نمبر حاصل کر نیوالے طلباء

رول نمبر	نام	حاصل کردہ نمبر
180066	علی جواد (دوم)	420
180282	عبدالغواب شاہر (3ویں)	398
180579	حافظ نوید الحسن (کلمن)	391

میٹرک 2011ء کا شاندار رزلٹ

رول نمبر	نام	حاصل کردہ نمبر
106377	حافظ امجد سہیل (آلہ میں پٹوں)	813
106390	حافظ حماد حسین (بیٹر)	651
106372	حافظ بلال حسین (فصیر)	651

فوسٹ انیئر 2011ء کا شاندار رزلٹ

رول نمبر	نام	حاصل کردہ نمبر
561008	حافظ عبدالرحمن (بہادر)	413
560881	حافظ عبدالرؤف (باجوال)	412
560981	حافظ اویس قرنی (بگی)	411
560827	حافظ احسن عظیم (بگی)	408

تک صرف اعدادی کلاس اور شعبہ حفظ میں جاری رہے گا۔ پرائمری و مل کے امتحانات سے فارغ ہونے والے طلبہ فوری رابطہ کریں۔ محدود نشستوں پر داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہوگا۔

نوٹ: یہ تمام طلباء وفاق المدارس کے امتحانات میں بھی شریک ہوئے اور اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوئے۔ الحمد للہ
یہ تمام طلبہ ترجمہ القرآن، معکات المصابیح، جامع ترمذی، جامع صحیح بخاری و دیگر علوم کے اسباق بھی سہولت پڑھ رہے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد اویف راجوال
0300-6972721-044-4870005-0305-7432990

ڈیزائننگ: حافظ عدیل اشرف 0300-8048860

سیرت رحمت عالم ﷺ

خوف غم آرزوئے راحت ہے
یہ محبت نہیں تجارت ہے
آرزوؤں کی اتنی کثرت ہے
زندگی کیا ہے اک مصیبت ہے
حسن کو عشق کی ضرورت ہے
یہ فسانہ نہیں حقیقت ہے
تیرے ہوتے ہوئے غم جاناں
اور کس چیز کی ضرورت ہے
کیا خوشی اس کو راس آئے گی
دل تو پروردہ مصیبت ہے
دل پہ کیا کیا گزر گئی مت پوچھ!
جی رہا ہوں یہی غنیمت ہے
ہر نفس میں ہے یاد دوست کا رنگ
یہ تو دوری نہیں ہے قربت ہے
ہوشیار اے نگاہ سادہ مزاج

(ماہر القادری)